ماہنامہ

جہانِ رضا

لاہور

بہ یادگار اعلیحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نور اللہ مرقدہٗ



منعم و کنجِ خمولی کہ نگنجد در وے

بزمِ من و چند کتابے و دواتے و قلمے



مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ) نعمانیہ بلڈنگ اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات کا تحقیقی ترجمان

جلد۱۲ ○ شوال المعظم ۱۴۲۴ھ، دسمبر ۲۰۰۳ء ○ ۱۱۴

زیرِ فیضان و اکرام	☆☆☆	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ
زیرِ یادِ ایام	☆☆☆	حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ
زیرِ نگارش قلم و انصرام	☆☆☆	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (ایم اے)
زیرِ رشحات اقلام	☆☆☆	دانشوران مکتب رضا
زیرِ انظار و افہام	☆☆☆	ارباب ذوق سلسلہ رضویہ
زیرِ لحنان اعلام	☆☆☆	سخن وران حلقہ رضا
زیرِ عنایات و انعام	☆☆☆	معاونین مرکزی مجلس رضا
زیرِ رابطہ و انتظام	☆☆☆	نعمانیہ بلڈنگ ٹیکسالی گیٹ لاہور
زیرِ تعمیل الزام	☆☆☆	پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶ لاہور
زیرِ تعاون و انعام	☆☆☆	مخیران اہلسنت
زیرِ رابطہ و احترام	☆☆☆	مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔

جمالے چند دادم جاں خریدم ۔۔۔ بحمد اللہ چہ ارزاں خریدم

جہان رضا کے صفحات پر ایک نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہانِ رضا | اداریہ | دسمبر ۲۰۰۳ء

بریلی سے چلی بادِ "بہاری"
میرے دل کی کرے ہے آبیاری

تاجدار بریلی امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ پر ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری کی کتاب "حیات اعلیٰ حضرت" کیا چھپی۔ دنیائے رضویت میں میں بہار آ گئی۔ "فاضل بہاری" کہ یہ کتاب اپنی تالیف کے ستر سال گذارنے کے بعد زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آئی تو یوں محسوس ہوا...... "گویا دبستان کھل گیا"...... اعلیٰ حضرت کے شیدائی جو ایک عرصہ سے "حیات اعلیٰ حضرت" کیلئے چشم براہ تھے بڑھے اور اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ماشاء اللہ ہر طرف سے صدائے مرحبا اٹھی۔ کراچی سے ایک رضوی نے ایک سو سیٹ منگوائے۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر ذی وقار سید وجاہت رسول قادری نے فون کیا مبارک باد دی اور پچاس سیٹ طلب کئے۔ اٹک سے ابوالحسن واحد رضوی نے ارشاد فرمایا بیس سیٹ میرے احباب کیلئے بھیجیں اور ایک سیٹ اپنے دستخطوں کے ساتھ مزین کر کے روانہ کریں۔ کنزالایمان سوسائٹی میرپور کے صدر بذات خود لاہور آئے تو بیس سیٹ اٹھا کر لے گئے۔ پشاور کے ایک محب اعلیٰ حضرت نے دس سیٹ طلب کئے۔

عزیزم محترم جناب سید منور علی شاہ بخاری نے امریکہ سے اور "اسلامک ٹائمز" برطانیہ کے چیف ایڈیٹر حاجی محمد الیاس صاحب نوشاہی نے ہوا کے دوش پر "حیات اعلیٰ حضرت" بھیجنے کی فرمائش کی۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور اور کراچی نے ایک سو سیٹ طلب کئے۔ شبیر برادرز لاہور نے پچاس سیٹ طلب کئے۔ انفرادی طور پر کئی احباب ڈاک کے ذریعہ "حیات اعلیٰ حضرت" طلب کی پھر ہم نے عید کی آمد پر پچاس علمائے کرام کو ہدیے پیش کئے جو ایک عرصہ سے "اعلیٰ حضرت" کے علمی اور اعتقادی میدان میں کام کر رہے ہیں۔

ہم ان اہل محبت کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کریں جو ہمیں مبارک باد سے نواز رہے ہیں۔ ہم نے

اسلام آباد سے ایک اور صاحب نے لکھا کہ میں نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' کو ہاتھوں میں اٹھایا تو مجھے یوں محسوس ہوا...... ''آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا''

''حیات اعلیٰ حضرت'' کے قارئین کے ان خوبصورت جذبات کے اظہار سے ہمیں بے پناہ مسرتوں نے اپنی گود میں لیا اور ہماری محنت کو وہ حوصلہ ملا جس سے ہماری ساری تھکاوٹیں دور ہو گئیں۔

ہمارا یہ ''اداریہ'' جہاں ایک طرف اہل ذوق کے کلمات تحسین پر مشتمل ہے دوسری طرف ہماری کوششوں کو سراہنے کا ایک خوبصورت انداز ہے۔ ہم تحدیث نعمت کے طور پر اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ ہم ان کلمات تحسینیہ پر جس قدر خوشی کا اظہار کریں وہ بجا ہے مگر اس مقام پر ہم اپنے محسن گرامی ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ کو تمام تحسینی کلمات کا حقدار سمجھتے ہیں جن کی کوششوں سے یہ کتاب مستطاب منصۂ شہود پر آئی۔

الحمدللہ! آج اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی روح ہماری اس کوشش پر خوش ہوگی۔ آج ملک العلماء ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ عالم ارواح میں مسرور ہوں گے کہ ان کی کئی سالوں کی کاوش بصد انداز رعنائی عوام تک پہنچی۔ ان دونوں بزرگوں کے روحانی تصرفات کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک طرف پاکستان میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی دو جلدیں چھپ کر سامنے آئیں، دوسری طرف ہندوستان کے علمائے اہلسنت کی مرتب کردہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' تین جلدوں میں چھپ کر جلوہ گر ہوئیں۔ ہندوستانی ایڈیشن کی طباعت کا سہرہ محسن اہل سنت الحاج محمد سعید صاحب نوری کے سر ہے جنہوں نے زر کثیر خرچ کر کے ''رضا اکیڈمی بمبئی'' کی طرف سے یہ تاریخی کتاب ہندوستان بھر میں پھیلا دی۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

''گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں'' کا منظر اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ پھر ''جہان رضا'' کے قارئین کے پاس ''حیات اعلیٰ حضرت'' پہنچی تو یوں محسوس کیا گیا کہ بریلی سے جو باد بہاری چلی ہے اس نے خیابان رضویت کو لالہ زار بنا دیا ہے۔ ان حضرات کے اظہار خیال کے مختلف انداز ملاحظہ فرمائیں۔

آمد سنی کسی کی تو واللہ رے اشتیاق آنکھیں بچھائیں ہم نے جہاں تک نظر گئی

ایک صاحب نے کتاب دیر سے پہنچنے پر گلہ کرتے ہوئے لکھا۔

یہی کہہ کے ہم دل کو بہلا رہے ہیں ابھی چل چکے ہیں ابھی آ رہے ہیں

ایک صاحب نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی آمد کی خبر سنی تو امیر خسرو کی زبان سے یوں رقمطراز ہوئے۔

خرم رسیدہ امشب کہ نگار خواہی آمد
سر من فدائے راہت کہ سوار خواہی آمد

بلوچستان کی دور دراز وادی سے اعلیٰ حضرت کے ایک شیدائی نے اپنے خط میں اپنی بے تابی کا یوں اظہار کیا۔

اے پیک خوش خرام بیا! تیز رو بیا!

ہندوستان کے علماء کرام کو جب کتاب پہنچی تو جھوم جھوم اٹھے اور ایک دوسرے کو پوچھنے لگے۔

کس کی زلفوں کی مہک لائی ہے بطحا سے نسیم
دل و جاں وجد کناں جھک گئے بہر تعظیم

سندھ کے دور دراز گاؤں سے ایک رضوی عالم دین نے کراچی میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' دیکھ کر لکھا۔

کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا!

کراچی سے ایک برکاتی عالم دین نے پہلی بار کتاب کی خوبصورت جلد دیکھی اور پھر نفیس طباعت پر نظر ڈالی پھر، سفید براق اوراق پر اعلیٰ حضرت کے تذکار دیکھے، تو انہیں یوں معلوم ہوا کہ دونوں جلدوں میں علم و فضل کے بہتے ہوئے دریا ہیں۔ وہ جھوم اٹھے اور کتاب کی خوبصورت جلدوں کو اپنے ہاتھ میں اٹھا کر ہمارے موبائل فون پر پیغام تہنیت دیا اور کہا

شقائق بر یکے پا ایستادہ چو برشاخ زمرد جام بادہ

ایک اور عالم دین نے اسلام آباد سے لکھا کتاب کیا آئی۔

نسیم خلد می وزد مگر ز جوئے بارہا
کہ بوئے مشک می دہد ہوائے لالہ زارہا

کس نفاست کے یہ نامے میرے نام آتے ہیں

محمد سلیم چوہدری 47-I صوبڑاسٹی، تربیلا ڈیم ہری پور......

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام!

محترم ومکرم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب دامت برکاتہٗ!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ! مزاج اقدس!

ستمبر واکتوبر کا ''جہان رضا'' حیات اعلیٰ حضرت کی بازیافت، نہ صرف بازیافت بلکہ اشاعت کی نوید جانفزا بھی لایا، قابل صد مبارک باد ہیں آپ، کہ ۷۰ سال بعد ''کنز مخفی'' کو منصۂ شہود پر لے آئے۔ محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد دامت برکاتہم القدسیہ کی ہمت اور حوصلہ بھی لائق صد تحسین ہے کہ ''مردم گزیدہ'' ہونے کے باوجود آپ کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے ''کنز مخفی'' آپ کے حوالے کر دیا۔ بخ بخ! ڈاکٹر مختار الدین احمد دامت برکاتہٗ اور بخ بخ! حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کہ آپ نے ان کے اعتماد کو اعتماد بخشا!

اہل سنت کی اس خدمت جلیلہ پر حضور اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد برحق، شیخ الاسلام، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اپنی خصوصی نوازشوں سے ڈاکٹر صاحب، آپ اور آپ کے نگران بورڈ کے اراکین کو نوازیں گے، ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کو ترتیب و تہذیب نو سے آراستہ کرتے ہوئے آپ نے نفیس ومعیاری طباعت سے نوازا ہے دوسرے لفظوں میں چاندی کے اوراق پر سونے کے حروف کا کام کیا ہے، بہت خوب! لائق صد تحسین! حیات اعلیٰ حضرت کو ترتیب وتہذیب نو دینے کے لیے شہد اور شہد کی مکھی کی مثال بہت موزوں ہے، واقعی یہ ایسا ہی جان جوکھوں کا کام تھا، جو آپ حضرات نے انجام دیا۔

☆ ''حیات اعلیٰ حضرت'' اب تک زیور طباعت سے کیوں مرصع نہ ہو سکی؟ معمہ ہے؟ کسی خفیہ ہاتھ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن...... حضرت محمود احمد قادری صاحب

اس ''کنز مخفی'' کو کیوں دبا کر بیٹھے رہے؟...... کیا حضرت فاضل بہار علیہ الرحمہ نے ان کی کسی دکھتی رگ پر تو ہاتھ نہیں رکھ دیا تھا؟...... کچھ سمجھ نہیں آتی! بہر حال گذشت آنچہ گذشت!

سید وجاہت رسول قادری صاحب صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا:۔

''جہان رضا'' ستمبر/اکتوبر ۲۰۰۳ء ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی بازیابی اور طباعت کی خوشخبری لے کر آیا۔ یہ وہ خوش خبری ہے جس کی ساعت کے لیے خواجہ تاشانِ رضویت اور ''علماء رضویات'' ستر سال سے انتظار کر رہے تھے۔ خدایان اہلسنت اور شیدائیان اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس کی اشاعت کے لیے مدتوں چشم براہ رہے ہیں۔ بعض تو انتظار کرتے کرتے اپنے دیدے سفید کر بیٹھے اور اس جہان سے رخصت ہو گئے اور بعض مایوس ہو کر گھر بیٹھ گئے۔ اور سمجھ لیا کہ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جہاں خزانہ علمی کی گمشدگی کے بہت سے واقعات ہوئے انہیں میں سے شاید ایک یہ بھی ہو۔ اللہ جزائے خیر دے حضرت مصنف ملک العلماء محمد ظفر الدین رضوی قادری قدس سرہٗ العزیز کے فرزند ارجمند علامہ ڈاکٹر مختار الدین احمد سابق رئیس شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ انڈیا زید مجدہ کو اور آپ کو بھی، کہ انھوں نے نہایت مستعدی کے ساتھ ''حیات اعلیٰحضرت'' کی بازیافت کی کوشش جاری رکھی اور آپ نے اخلاص فی اللہ کے ساتھ اس کی طباعت کا بار امانت اٹھایا اور اشاعت کی ذمہ داری پوری کی۔ فالحمد للہ علی ذلک! آپ دونوں تمام دنیائے اہلسنت کی طرف سے بالعموم اور ''محققین رضویات'' کی جانب سے بالخصوص بہت مبارکباد کے مستحق ہیں۔

حسنت باتفاق ملاحت جہاں گرفت　　　　آرے باتفاق جہاں میتواں گرفت

الحمد للہ امام احمد رضا مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ کی حیات وافکار اور آثار علمی کے حوالے سے گزشتہ ستر برسوں میں زبردست تحقیقی اور تصنیفی پیش رفت ہو چکی ہے لیکن ''حیات اعلیٰحضرت'' کو اصل مآخذ کی حیثیت سے اہمیت آج بھی مسلم ہے کیونکہ ملک العلماء کو مجدد ملت اسلامیہ کا جو تقرب اور سہ جہتی نسبت (تلمیذ رشید، مرید خاص، خلیفہ اجل) کی حاصل تھی اس بناء پر زیر نظر کتاب کے مندرجات کو مشاہداتی سند کا درجہ حاصل ہے جو دنیائے علم وتحقیق میں اول درجہ کا ذریعہ استعملامات تسلیم کیا جاتا ہے۔ یقیناً اس کی اشاعت سے دنیائے رضویات میں تحقیق کے نئے در وا ہوں گے اور اہل علم وقلم نو بہ نو جہتوں پر قلم اٹھائیں

گے، ''حیات اعلیٰحضرت'' کے نئے گوشے اوران کی تحقیق کے نئے زاویے سامنے آئیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے جملہ اراکین اور راقم کی طرف سے ایک بار پھر مبارکباد دیتے ہوئے راقم درخواست گزار ہے کہ اب اس کی زیارت کا بھی جلد سامان بہم پہنچایئے۔ کم ازکم پچاس نسخے ادارے میں جلد از جلد بھجوائیں۔

صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی، ایم اے، مدیر ماہنامہ ریاض العلم اٹک :۔

جہان رضا کیا تشریف لایا، مسرتیں اور شادمانیاں سمیٹ لایا، سبحان اللہ ستر سال پہلے بنائے گئے گلدستہ کی خوشبو سے مشام جاں معطر ہو گئے، آپ نے وہ کارنامہ سرانجام دیا جو شاید کوئی دوسرا انجام نہ دے سکتا، واہ واہ! تو خوش باشی کہ کردی وقت ما خوش!

کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے گیارہ نسخے: اس خاکسار کے لیے اپنے دستخطوں کے ساتھ اور دس دیگر نسخے سادہ ڈاک کے ساتھ مع بل ارسال فرما دیں! ان شاء اللہ ان جلدوں کا جو خصوصی رعایتی ہدیہ ہو گا ارسال خدمت کر دیا جائے گا۔ بعد میں پھر جس قدر جلدیں مطلوب ہوں گی، منگوالی جائیں گی۔ آپ پہلی فرصت میں بلا جھجک گیارہ نسخے رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں ارسال فرما دیں!

دوبارہ عرض کناں ہوں۔ قبلہ! یہ آپ کا بڑا کارنامہ ہے، آپ نے سچی بات ہے ''رضویوں'' پر احسان عظیم کیا ہے۔ میرا مولیٰ آپ کو پل پل آرام وسکون مہیا فرمائے اور آپ تادیر علمی وفنی بنیادوں پر مسرتیں بانٹتے رہیں!

میاں فضل احمد حبیبی گلی نمبر ۶ محلہ خالد آباد، گجرات :۔

''جہان رضا'' کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ جو ''حیات اعلیٰ حضرت'' کا تعارف نامہ ہے۔ جس کی تالیف سے طباعت تک کی پوری روئیداد نظر سے گزری اس کا ایک پس منظر ہے جس کا علم مجھ مسکین کو ہے عین ممکن ہے دیگر پس منظر آپ کے سامنے ہو۔ تاہم جس پس منظر سے آگاہ ہوں اس کا ذکر کرنا اپنی ذمہ داری جانتا ہوں لہذا مختصراً بیان کیا جاتا ہے کہ ''اعلیٰ حضرت'' تمام تر کمالات اور اوصاف کے جامع تھے ان کی علمی اور قلمی خدمات کا اس دور میں کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اس کے باوجود پس پردہ چلے گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت کو از سر نو منظر پر لانے والے واجب الاحترام، احترام مآب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے بعد

ہمارے محترم ومکرم جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ تعالیٰ ہیں۔ الحمد للہ۔ آج وہ وقت آ گیا ہے کہ آپ نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' کو طباعت کے زیور سے آراستہ کر کے اس عظیم کام کو پورا کر دکھایا۔ جس کا آغاز کئی برس پہلے محترم جناب ڈاکٹر محمد مسعود صاحب نے کیا تھا اور اس کی تکمیل آپ کے ہاتھوں سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

التماس دیگر! جس طرح آپ نے ''تالیف سے طباعت تک'' کی روئیداد لکھی ہے اس طرح ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے چاہنے والوں کے اعداد وشمار شائع کر کے ان کے جذبات کی ترجمانی فرمائیں۔

محمد یعقوب اعوان ماڈل کالونی سکول گلی نمبر ۳ اسد انور کالونی نمبر ۱ گل بہار پشاور

مزاج گرامی پھر جملہ اراکین مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور اللہ تعالیٰ سے بخیر مطلوب، سب سے پہلے کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' رحمۃ اللہ علیہ کی اشاعت پر آپ کو بھی معاونین کو بھی دلی مبارکباد قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نبی پاک ﷺ کے صدقے جزائے خیر سے نوازے۔ اور دونوں جہانوں میں برکتوں اور خوشیوں سے نوازے۔

۱۔ کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے تین سیٹ بندہ کو فوری ڈاک میں ارسال فرما دیں۔

۲۔ اس کے لیے پہلے ہی سے ایک خط لکھا ہوا ہے کہ ''سیرت طیبہ منظوم'' از علامہ جاوید القادری/ انوار رضا لائبریری جوہر آباد خوشاب جو آپ سے مل سکتی ہے۔ کا ایک سیٹ (دو جلدیں) ارسال فرما دیں۔

۳۔ آپ نے جہان رضا کے صفحہ نمبر ۴ پر ایک خاص جلد کا ذکر فرمایا ہے کہ اس میں اعلیٰ حضرت کی تصانیف، تالیفات اور کتابیات کی تفصیل علیحدہ شائع ہو رہی ہے۔ اس کی بھی ایک جلد ارسال فرما دیں گے۔

۴۔ کتاب ''جامع الاحادیث'' سیٹ (۶ جلدیں) مل گئی ہیں بقایا۔/۴۵۵ روپے آج ہی منی آڈر کر دیئے ہیں۔ شکریہ۔

نوٹ:۔ بندہ اکتوبر ۲۰۰۲ء سے مئی ۲۰۰۳ء تک آپ کے نزدیک رہا اور دعا وسلام کے لیے حاضر ہوتا رہا۔ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ اپریل ۲۰۰۳ء سے کتاب کا کام شروع کر دیا گیا ہے تو اس وقت سے

آپ سب کے لیے دعائیں کرتا رہتا۔ آپ کے اس کار خیر سے دل و روح کو سکون مل گیا ہے۔ فجز اک اللہ احسن الجزاء

محمد شہزاد احمد قادری اسلامک لائبریری بمقام اللہ چراغ والا ضلع بھکر:۔

عرض ہے کہ جہان رضا ماہ اگست آج ملا، ایک خاتون کے حوالے سے ''حیات اعلیٰ حضرت'' کا اشارہ ملا کافی دیر نظر جمائے مضمون بار بار پڑھتا رہا۔ تاہم یقین نہیں آرہا تھا رسالہ رکھ لیا یہ سمجھ کر کہ تسلیاں ہیں تھپکیاں ہیں۔ دو ہفتے بعد تازہ شمارہ ماہ نومبر موصول ہوا ٹائٹل پر کافی دیر تک نظر جمائے بیٹھا رہا یقین نہیں آرہا تھا کہ جو کتاب عاشقوں کو ستر سال سے تڑپا رہی ہے آج کس طرح اس کتاب کا مسودہ ہاتھ آیا جو شائع ہوگئی۔ جلدی جلدی ورق الٹ کر دیکھتا گیا۔ محسوس تو یوں ہو رہا تھا کہ خواب دیکھ رہا ہوں یا کسی اور دنیا میں بیٹھا ہوں...... رسالہ ''جہان رضا'' کو ایک ہی نشست میں پڑھ لیا۔ مگر پھر بھی حیرت کی انتہاء نہ رہی۔ یار دوستوں کے پاس بھاگا گیا ان کو دکھایا وہ بھی تعجب سے دیکھتے رہ گئے سب نے انگلیاں دانتوں میں دے دیں۔

ہے خدایا دیں کرم ہا بار دگر کن!

لائبریری کے ذاتی فنڈ میں کوئی رقم موجود نہیں تھی۔ تاہم رقم کا انتظام کیا گیا، منی آرڈر ارسال ہے، امید ہے عید سے پہلے یہ ''تحفہ'' ارسال فرما دیا جائے گا تا کہ اسے ''عیدی'' سمجھ لی جائے نہیں تو ہماری عید بھی خراب ہو جائے گی۔ گزارش ہے کہ ''حیات اعلیٰحضرت'' اپنے دستخط اور دعائیہ کلمات لکھ کر روانہ کی جائے تا کہ ایک یادگار ہو...... ایک ایک دن گن گن کر انتظار کرتا رہوں گا۔ خدارا تڑپایئے گا نہیں پہلے کافی ظلم سہہ رہے ہیں مزید حوصلہ نہیں رہا۔

سابقہ شمارہ میں درود شریف کی کتاب کا ذکر تھا ایک نسخہ اس کا بھی ارسال فرما دیں۔

محمد مرید احمد چشتی، پنڈی سید پور تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم:۔

الحمد للہ کہ حیات اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ طبع ہوگئی، آپ بہت ہی مبارکباد کے مستحق ہیں اور محسن اہل سنت ہیں۔

پہلے ایک شکایت کہ ''جہان رضا'' بندہ کو باقاعدگی سے نہیں مل رہا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ

کو رسید وغیرہ نہیں ملتی، حضور والا، بندہ بے حد مصروف ہے، ''فوز المقال فی خلفاء پیر سیال'' جلد دوم ۸۰۰ صفحات (مطبوعہ صفحے) جلد سوم ۱۰۰۰ صفحات (مطبوعہ) جلد چہارم ۱۵۰۰ صفحات (مطبوعہ) تیار کر چکا ہوں، البتہ جلد چہارم کے چار ابواب مکمل کرنے باقی ہیں۔ جلد نمبر ۱۲ کے دو شمارے ۱۱۱، ۱۱۲ بھیج دیں۔

اہل ثروت سنی حضرات کے ہدیہ میں سے کوئی ایک نسخہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کا بھیج دیں بصورت دیگر نصف قیمت سے بھی کم پر یا نصف قیمت پر پہلی فرصت میں حیات اعلیٰ حضرت روانہ (وی پی) فرما دیں۔ انتظار کی زحمت سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے کہ ایک دور افتادہ دیہاتی آدمی کو کتاب کی زیارت سے مشرف فرما رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

مولانا امتیاز الحسن صاحب رضوی۔ ایم اے جناح روڈ۔ کراچی:۔

آج میرے ایک عزیز لاہور سے کراچی آئے۔ وہ بائی ایئر آئے۔ غالباً وہ کل آپ کے مکتبہ نبویہ میں آپ سے مل کر آئے ہیں۔ آپ نے انہیں ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی دونوں جلدیں عنایت کی ہیں۔ وہ ایک آفیسر ہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت سے محبت رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی ساری مطبوعات ان کی ذاتی لائبریری میں موجود ہیں۔ انھوں نے اپنے سفری بیگ سے جونہی ''حیات اعلیٰ حضرت'' نکال کر مجھے پکڑائی تو میں کتاب کا نام پڑھ کر جھوم اٹھا۔ یہ کتاب بصد انداز رعنائی بصد انداز زیبائی سامنے آئی خوبصورت مزین جلد، اعلیٰ براق کاغذ، نفیس طباعت، دل باغ باغ ہوگیا۔ مرکزی مجلس رضا کی چھپی ہوئی جلد اول کے کچھ حصے میرے پاس ہیں مگر اب جب کتابی شکل میں آئی تو ایک نئے انداز سے آئی۔ آپ نے پیرا بندی کی، طویل جملے علیحدہ علیحدہ تیار کیے۔ عنوانات قائم کیے، مجھے محسوس ہوا کہ میں ایک گل تازہ کی ٹہنی پکڑے دل و دماغ کو معطر کر رہا ہوں۔ تھوڑا آگے بڑھے تو اعلیٰ حضرت کے سفر حرمین الشریفین کے واقعات، بدایون کا مقدمہ، پھر اس میں آپ کی شاندار فتح، آپ کا ذاتی انٹرویو، قادیانیوں پر یلغار سبحان اللہ، کیا کیا حقائق سامنے آئے ہیں۔ مجھے پہلی بار اعلیٰ حضرت کے سیاسی افکار پڑھنے کا موقعہ ملا۔ تحریک ترک موالات، دو قومی نظریہ، کانگریسی مولویوں کا مقابلہ، ندوہ کا تعارف اور بیک وقت انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جہاد سے تعارف ہوا۔

آپ کی روحانی دنیا، بیعت و خلافت کا انداز، وظائف و شجرات سامنے آئے، تو مجھے اعلیٰ حضرت

فقیہہ عصر کی بجائے پیر طریقت نظر آئے۔ آپ کی کرامات اور بے شمار لوگوں کی روحانی تربیت ایک ایسا باب ہے جس پر دنیائے رضویت ناز کرے گی۔

آپ کی تصانیف، تالیفات پر ایک بھرپور جلد سامنے آئی ہے۔ اور جو کتابیں ہم آئے دن پڑھتے رہتے ہیں۔ ان سے آگاہی حضرت ملک العلماء کے قلم نے فرما کر اہل تحقیق کے لیے دروازے کھول دیئے۔

مجھے اجازت دیں کہ میں دعائے مغفرت کروں حضرت ملک العلماء کے لیے، میں داد دوں آپ کے نامور فرزند ڈاکٹر مختار الدین احمد کو جنھوں نے اس خزانے کو سامنے لانے کے لیے ایک اہم کردار ادا کیا ہے میں ہدیہ تحسین پیش کروں گا پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کو جن کی شبانہ روز کوششوں نے سنیوں کا قومی ورثہ رنگین گلدستہ بنا کر عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔

مولانا نسیم احمد صدیقی نوری، غوثیہ میمن مسجد، عابد ٹاؤن۔ گلشن اقبال کراچی:

الحمد للہ علی احسانہ وکرمہ وفضلہ، کہ آپ فقیر بے توقیر کو یاد رکھتے ہیں باقاعدگی سے ''جہان رضا'' ارسال فرما کر فقیر کے گھر میں رضویت کا جہان آباد کرتے رہتے ہیں، جبکہ میری ناسپاسی اور کم ظرفی کا یہ عالم کہ آپ کو چند سطریں لکھنے میں کوتاہی پر نامساعد و کسمپرسی کے حالات کا عذر پیش کر رہا ہوں، میری محرومی و بدقسمتی کہ آپ کی محفل میں کافی عرصہ بعد شریک ہو رہا ہوں، ماہ ربیع الاول شریف میں ایک کتاب ''گلدستہ درود شریف'' کے چند نسخے جناب صاحبزادہ میاں زبیر احمد علوی قادری کے توسط سے آپ کی خدمت عالیہ میں نذر کرنے کی سعادت حاصل کی تھی معلوم نہیں موصول ہوئے؟ یا نہیں؟

اکابرین اہلسنت کے سانحۂ ارتحال کی خبریں سال بہ سال اور ماہ بہ ماہ تشویش کا باعث ہیں اس لیے کہ علماء ومشائخ کے سجادگان گرامی، جگر گوشانِ نسبی اور جانشینانِ روحانی (چند کے علاوہ) تمام محض اپنے خودستائشی اور خاندانی وقار کے حصار میں قلعہ بند ہو کر صرف اپنی ذات کے لیے سیلف پروجیکشن (SELF PROJECTION) میں مصروف عمل ہیں ہم ملک وہم مشرب کی کوئی خبر گیری نہیں کرتا۔

قبلہ فاروقی صاحب! آپ ادارنیہ کے ذریعے اذانِ حق کی صدا بلند فرما رہے ہیں آج نہیں تو کل یقیناً اس صدا پر لبیک اور رجوع کی صورت میں دنیائے سنیت کی ایک ہی جہت اور ایک ہی سمت اور ایک

ہی مرکز نگاہ گنبد خضراء ہو جائے گا (انشاء اللہ والرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام) آپ کا قلم فیض رقم، کلکِ رضا کے تتبع میں پر کھٹن راہ پر عازم سفر ہے۔ علماء حق کی گوشہ نشینی، بے لوث واعظانِ خوش نوا کی کمیابی، اور خانقاہی فیوضات کی نایابی، میں کچھ قضا وقدر کا دخل بھی ہے جس کے نتیجے میں دنیا میں دنیائے سنیت کی زرخیز اور مردم خیز زمین بنجر ہوتی جا رہی ہے، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کی رحلت کا زخم تازہ ہی تھا کہ حضرت علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ سابق سینیٹر، سابق چیئرمین رویت ہلال کمیٹی، ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، موسس دارالعلوم امجدیہ کراچی بروز اتوار ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ وصال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

قضائے مبرم کے آگے تسلیم ورضا...... بس، لیکن قضائے غیر مبرم کہ جس کا جمود وقتی وعارضی ہی ہوتا ہے، ایمان کی حرارت اور لہو کی گرمی حیائے قوم کو پیکر احساس دے کر معلوم رکھتی ہے معدوم نہیں ہونے دیتی۔ جو علماء، صوفیاء، صلحاء، نقباء، نجباء، اتقیاء، خطباء، پیشوا، راہنما اور زعماء خلوت نشین ہو کر قضائے غیر مبرم کے آگے جہد واستقامت کی سپر ڈالے منتظر فردا ہیں، آپ انہیں خوابیدہ کیفیت سے نکالیں تاکہ یہ سنی معاشرہ کے لیے تقلید اسلاف میں اپنا موثر کردار ادا کریں۔

علماء حق کی خاموشی، علماء سو کی دنیا طلبی کے عزائم کو آپ نے بے نقاب فرما کر، ارباب اقتدار کی منصب وجاہ پرستی، اہل سیاست وریاست میں حب الوطنی کے فقدان پر آپ کے بے باک تبصروں اور سب سے بڑھ کر انتشار اہلسنت کا نوحہ پڑھ کر ہم جیسے عندلیبان بستان رضویت کی چہچہاتی نغمگی مسموم خزاں کا شکار ہو کر فریاد کے نالوں میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔ فقیر کی دعا ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ آپ کو صحت وتندرستی کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے۔ آمین

یہ مسرت آگیں خبر سنیوں کے لیے بڑا ابر پرائز ہے کہ نادر ونایاب کتاب بعنوان ''حیات اعلیٰ حضرت'' شائع ہوگئی ہے اس کی اشاعت کے انتظار کی سات دہائیوں میں دو نسلوں کی آنکھیں پتھرا گئیں تھیں۔ تصانیف اعلیٰ حضرت کے منصرم سید محمد ایوب قادری رضوی علیہ الرحمہ نے دارالعلوم امجدیہ کراچی کے اشاعتی ادارے مکتبہ رضویہ کے مؤسس حضرت مولانا قاری رضا المصطفیٰ اعظمی (ابن صدر الشریعہ) مدظلہ العالی کے تعاون سے جلد اول کو شائع کیا تھا۔

محترم فاروقی صاحب! اس کی اشاعت عظیم کارنامہ ہے جس کا سہرا آپ کے سر ہے لیکن آپ کے رفقاء کار کی خدمت میں بھی ہدیہ تبریک و تشکر و امتنان نذر ہے۔ فقیر، جگر گوشۂ ملک العلماء پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد دامت برکاتہم القدسیہ ممتاز محقق جناب محمد عالم مختار حق صاحب، عبدالستار طاہر صاحب اور مولانا صلاح الدین سعیدی صاحب کو ''حیات اعلیٰ حضرت'' منصۂ شہود میں لانے کے لیے اپنا کردار ادا کرنے پر سلام عقیدت پیش کرتا ہے۔ آپ حضرات نے محال کو ممکن اور مشکل کو سہل کرنے کا وہ کارنامہ سر انجام دیا ہے جو بڑے بڑے دعویداران مسلک بڑے بڑے اشاعتی ادارے، بڑے بڑے مدارس کے مہتممین و شیوخ، بڑے بڑے لکھاری، بڑے بڑے مدیرانِ جرائد، سنی تنظیمات کے بڑے بڑے عہدیداران و سربراہان اور مسلک امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے بڑے بڑے نمائندگان و پاسبان بھی نہ کر سکے مختلف عذر پیش کر کے سب خاموش ہو رہے تھے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے مگر کشکول رضویت ہاتھ میں لے کر اپنے مفادات کے لیے جہد مسلسل جاری رکھتے ہیں، اعلیٰ حضرت کا نام لے کر ان کے ٹکڑوں پر پلنے والے مفاد پرستوں نے کتاب، قلم، دوات، محافل وعظ و نعت سب کو ذریعہ تجارت بنالیا ہے۔

قبلہ فاروقی صاحب! ۱۷ رمضان کو لکھنے بیٹھا، سخت سردی سے بخار ہوا، پھر نہ لکھ سکا، مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ کی تدفین میں شریک ہوا، ۲۱ رمضان سطور بالا لکھ دی تھیں، لیکن تاخیر مزید یہ ہوئی کہ بنک ڈرافٹ آج ۲۴ رمضان کو بنوا کر ارسال کر رہا ہوں، ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے دو نسخے جلد روانہ فرما دیجئے۔

..................☆☆..................

مکتوبات مسعود ملت کی تدوین

حضرت مسعود ملت کی جن اصحاب کے ساتھ مراسلت ہے یا رہی ہے، برائے کرم وہ مکاتیب کا عکس فقیر کو ارسال فرمادیں تاکہ ان جواہر پاروں کی ترتیب اور اشاعت کا سامان ہو سکے، اس سلسلے کی ایک جلد ''مکتوبات مسعودی'' (غم نامہ) شائع ہو چکی ہے۔ دوسری جلد زیر تدوین ہے، مزید جلدوں کی اشاعت کیلئے پرخلوص تعاون کی ضرورت ہے۔

(محمد عبدالستار طاہر، E III/A پیر کالونی، والٹن، لاہور (۵۴۸۱۰)

''حیات اعلیٰ حضرت'' کی طباعت پر اظہار مسرت کرنے والے علماء کرام

سید وجاہت رسول صاحب قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی جنھوں نے ان الفاظ میں اظہار مسرت فرمایا۔ ''حیات اعلیٰ حضرت کی طباعت پر اہلسنت کی طرف سے لاکھ بار مبارک اور محققین رضویت کی طرف سے کروڑوں ہدیہ ہائے تحسین''

حسنت باتفاق ملاحت جہاں گرفت

آرے! باتفاق جہاں می توان گرفت

پچاس سیٹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کو فوری پہنچائیں۔

مولانا محمد مرید احمد چشتی پنڈ دادنخان...... ''آپ نے حیات اعلیٰ حضرت شائع کر کے اہلسنت پر احسان کیا ہے۔ مبارک باد۔'' ایک سیٹ ''خصوصی ڈاک'' میں بھیجیں۔

محمد یعقوب اعوان صاحب پشاور...... ''حیات اعلیٰ حضرت کی اشاعت پر آپ کو آپ کے معاونین کو مبارک ہو۔'' تین سیٹ فوری بھیج دیں۔

حافظ محمد فاروق خان سعیدی ملتان...... ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی طباعت آپ کا عظیم کارنامہ ہے دنیائے رضویت کے مطالعہ کے لیے ایک نیا باب کھل جائے گا۔ مجھے یہ کتاب فوراً بھیجیں۔

راجہ محمد طاہر خان، رضوی ایڈووکیٹ جہلم ''آپ نے ایک معرکہ سر کیا ستر سال کے بعد ''حیات اعلیٰ حضرت'' شائع کر دی۔'' میں بستر علالت میں ہوں۔ مگر کتاب پڑھنے کو دل مچلتا ہے۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' آپ نے چھاپ دی مبارک ہو۔

محمد شہزاد احمد جواد...... کلورکوٹ، بھکر۔ اپنے دستخطوں سے مزین فرما کر ''حیات اعلیٰ حضرت''

کا ایک سیٹ بھیجیں۔

فضل احمد صاحب حبیبی گجرات......''حیات اعلیٰ حضرت'' کا ایک سنہری نسخہ میرے لیے علیحدہ رکھیں، خود حاضر ہو کر لوں گا۔

حافظ نواب الدین عبد السلام کنز الایمان سوسائٹی۔ میر پور آزاد کشمیر......خود تشریف لائے۔ مبارک پیش کی۔ پچاس سیٹ بذریعہ ٹرانسپورٹ کا آرڈر دیا۔

محمد زبیر قادری، ایڈیٹر افکار رضا، بمبئی......فون پر مبارک کا پیغام دیا اور ''حیات اعلیٰ حضرت'' کا مکمل سیٹ طلب کیا۔

محمد سلیم چوہدری تربیلا ڈیم، ہری پور سے مبارک باد کا خط بھیجا۔

سید منور علی شاہ بخاری نے امریکہ سے فون پر اظہار مسرت کرتے ہوئے ''حیات اعلیٰ حضرت'' کو ہوائی ڈاک میں طلب کیا۔ اور فرمایا جب تک کتاب مجھے نہیں پہنچے گی میری آنکھیں فرش راہ رہیں گی۔

مشہور سخنور رضویت، جناب طارق سلطانپوری حسن ابدال......ٹیلیفون پر مبارک کا پیغام بھیجا۔

مدینہ منورہ کے دس احباب نے فون پر کتاب چھپنے پر ''مکتبہ نبویہ'' کے ناظم پیر زادہ اقبال احمد فاروقی کو مبارک پیش کی اور تمنا کی کہ آنے والے حجاج کے ذریعے ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے بیس سیٹ بھیجیں۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے لاہور کے علماء اہلسنت کی ایک مجلس میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' پر طباعت سے مختلف مراحل پر روشنی ڈالتے ہوئے کتاب کا تعارف کروایا اور حاضر علماء کرام کی خدمت میں دس کتابیں بطور ہدیہ پیش کیں۔

علّامہ سیّد حبیب احمد میر افق کاظمی

ترتیب۔ خلیل احمد رانا

راقم الحروف، دسمبر ۱۹۹۷ء میں حضرت افق کاظمی علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی سابق صدر شعبہ انگریزی ادب بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی رہائش گاہ واقع شاداب کالونی پر حاضر ہوا، شام کا وقت تھا کوٹھی کے لان میں آپ کے انتظار میں یونیورسٹی کے چند طلباء و طالبات بھی بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے ملازم نے مجھے بھی وہاں بیٹھنے کو کہا، تھوڑی دیر میں حضرت مظہر سعید صاحب بھی اپنے کمرے سے باہر تشریف لے آئے، میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور اپنا تعارف کرایا، فرمانے لگے! ارے آپ تو ہمارے اپنے ہیں اور گلے لگالیا، بہت محبت سے پیش آئے، میں نے مدعا عرض کیا، فرمانے لگے کہ حضرت افق کاظمی علیہ الرحمہ کی تاریخ وفات مجھے یاد نہیں ہے اور قبرستان میں ان کی قبر کی نشان دہی کرنا بھی مشکل ہے البتہ ان کے مختصر حالات زندگی لکھ کر میں جلد ہی آپ کو ارسال کردوں گا، میں اجازت لے کر گھر چلا آیا، اگلے دن میں اپنے گاؤں میں گھر بیٹھا ہوا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی، باہر آیا تو ایک اجنبی نوجوان نے السلام علیکم کہہ کر ایک لفافہ دیا، کھول کر دیکھا تو حضرت افق کاظمی علیہ الرحمہ کے حالات لکھے تھے، اس نوجوان نے بتایا کہ حضرت مظہر میاں نے آج ہی یہ حالات لکھ کر مجھے دیئے اور فرمایا کہ یہ آج ہی خلیل احمد کو پہنچا کر آؤ، راقم آپ کی حساس طبیعت سے بہت متاثر ہوا، حضرت میر افق کاظمی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی کی یہ اولین اشاعت ہے۔

سید حبیب احمد افق کاظمی ولد سید یوسف علی کاظمی ۲۳ر رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو بوقت صبح صادق امروہہ (یو۔ پی۔ بھارت) میں پیدا ہوئے، تاریخی نام سید محفوظ علی ہے، جو طویل

ہونے کے باعث استعمال نہیں کیا گیا، چار سال کی عمر میں سایہ پدری سر سے اٹھ گیا، والدہ محترمہ اردو کی خاصی تعلیم یافتہ اور تحریر پر قادر تھیں، انہوں نے بچپن میں قرآن کریم اور اردو کی ابتدائی تعلیم دی، سات سال کی عمر میں اپنے عم محترم حافظ سید یعقوب علی کی خدمت میں صحت قرأت کے ساتھ قرآن مجید دہرایا، فارسی کی ابتداء مولوی سید عبدالعزیز، مولوی ولایت حسین عارف اور مولوی سید شبیر علی سے ہوئی اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں مولوی سید اصغر علی ثابت رامپوری سے درسیات فارسی کی تحصیل کی اور تبرکاً مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی علیہ الرحمہ خلیفہ مجاز امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ سے عربی کا آغاز کیا، والدہ کے انتقال کے بعد میرٹھ میں مولوی اختر علی امروہوی سے فارسی کی تکمیل کی اور صرف نحو عربی گرائمر کی تحصیل کی، قیام میرٹھ کے دوران مشہور خوش نویس مفتی عبدالرحمٰن معجز رقم امروہوی سے خوش نویسی کی اصلاح لی، اس کے بعد مختلف مقامات پر عربی کی تعلیم حاصل کی، آخر میں امروہہ آکر مولانا حافظ عبدالرحمٰن اور مولانا محمد امین الدین خاں سے تحصیل علم کیا لیکن مکمل سند فراغ کہیں سے حاصل نہ کی۔

تحصیل علم کے بعد دہلی، مراد آباد، کانپور اور امروہہ میں فارسی عربی کا درس دیا، زمانہ طالب علمی سے ادبی ذوق تھا، اس لئے شاعری و نثر نگاری کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا حافظ حاجی حکیم سمیع الدین خاں بقائی دہلوی علیہ الرحمہ سے بیعت کی۔

شعری دیوان کے علاوہ آپ کی کئی تصنیفات اور مختلف کتابوں کے تراجم ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں، اسلام اور شاعری، سیر امروہہ، شعراء امروہہ، گلشن مضامین، برکات ضیفیہ، مخزن الجواہرات، اسلام آشوب، تریاق مشرق، انتخاب مصحفی، یہ کتابیں مکتبہ حبیبیہ امروہہ سے شائع ہوئیں، اس کے علاوہ مختلف اخبارات، ماہنامہ ''قائد'' ملتان ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۱ء اور ماہنامہ ''السعید'' ملتان ۱۹۶۰ء تا ۱۹۶۳ء مختلف شماروں میں آپ کے مضامین اور کلام شائع ہوا۔

غزالئی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۸۶ء) نے جب ملتان

میں مدرسہ انوار العلوم قائم کیا تو مولانا حبیب احمد افق کاظمی کو اس کا ناظم اعلیٰ مقرر فرمایا، آپ ایک طویل عرصہ تک اس منصب پر فائز رہے، وفات سے چند سال قبل علالت ضعف کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا تھا، ۲۰ رشعبان ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۸ راگست ۱۹۷۶ء کو ملتان میں وفات پائی، حسن پروانہ کے قبرستان میں تدفین ہوئی، آپ نے امام احمد رضا قدس سرہ کی شان میں ایک منقبت لکھی جو درج ذیل ہے۔

مقتدائے اہل سنت حضرت احمد رضا	پیشوائے دین و ملت حضرت احمد رضا
عاشق ماہ رسالت حضرت احمد رضا	صادق راہ محبت حضرت احمد رضا
عارف رسم شریعت حضرت احمد رضا	سالک راہ طریقت حضرت احمد رضا
حامئ توحید وسنت حضرت احمد رضا	ماحئ ہر شرک وبدعت حضرت احمد رضا
ناصر حق وصداقت حضرت احمد رضا	کاسر فرق بطالت حضرت احمد رضا
خوبصورت نیک سیرت حضرت احمد رضا	باوقار وذی وجاہت حضرت احمد رضا
یک مفسر یک محدث یک فقیہ بے عدیل	مفتی اعظم بملت حضرت احمد رضا
آشنائے راہ معنی واقف راہ مجاز	کاشف سر حقیقت حضرت احمد رضا
صاحب تصنیف وتالیف وادیب ونکتہ رس	قادر ہر صنف وصنعت حضرت احمد رضا
نعت گوئے سرور ہر دوسرا حسان ہند	رشک سحباں در بلاغت حضرت احمد رضا
عاشق وشیدائے اہل بیت واصحاب رسول	از صداقت از محبت حضرت احمد رضا
برق خاطف از برائے کشت زاد خارجی	قامع بیخ ضلالت حضرت احمد رضا
صاب فکر ونظر در کلیات وجزئیات	ازروایت وزدرایت حضرت احمد رضا
روز وشب در شغل تصنیفات وتدریس علوم	صرف می فرمود ہمت حضرت احمد رضا
شرح صدر او زتشریحات فقہی روشن است	بود ماہر در شریعت حضرت احمد رضا

در عبادات دریاضات وجہاد نفس بود   محو ومستغرق بخلوت حضرت احمدرضا

پیر پیراں غوث اعظم را محبّ اعظمے   دُرِ سلکِ قادریت حضرت احمدرضا
عالم درویش سیرت عارف اسرار دیں   صاحبِ کشف وکرامت حضرت احمدرضا
درحجاز ودردیارِ ھند وپاکستاں افق   از مجددیافت شہرت حضرت احمدرضا

گیارھویں کیا ھے؟

ترتیب خلیل احمد رانا

مشمولات

گیارہویں کیا ہے؟ ☆ گیارہویں صالحین کی نظر میں
ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں جائز ہے
مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد اور مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کا فتویٰ
تعین یوم کا فیصلہ، تفسیر عزیزی کی عبارت کا بہترین جواب،
چند اعتراضات کے جوابات، بزرگوں کے ایصال ثواب کی چیز پر لفظ نذر کا اطلاق، لفظ غوث اعظم پر اعتراض کا جواب، بزرگوں کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا، حوالہ جات کے عکس اصل کتابوں سے لگاذ ئے گئے ہیں
گیارھویں کے مسئلہ پر ایک یادگار مناظرہ کی مکمل روئیداد
ھدیہ ۲۵/روپئے، مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ لاھور سے طلب فرمائیں

یورپ کے دہشت گرد اور عالم اسلام کے دہشت زدہ حکمران

راحت ملک، گجرات

ہے یورپ متحد، افغان تنہا   مسلماں منتشر، ایمان تنہا
اسامہ ایک اور لاکھوں یہودی   درندے متحد، انسان تنہا
صلیبی جنگ ہے دین ہدیٰ سے   ہے حرب و ضرب شیطاں کی، خدا سے
بنام رہبری یہ رہزنی ہے   بنام امن یہ دہشت گری ہے
حقیقت یہ ہے کابل تو بہانہ   ہیں امہ اور چین اس کا نشانہ
قذافی پر کبھی وہ ظلم ڈھائے   کبھی صدام پر جبر آزمائے
کبھی کشمیر کا دیکھے تماشا   فلسطیں پر دھماکے پر دھماکا
برتی چیچنیا پر آگ دیکھے   مسلمانوں کو ڈستے ناگ دیکھے
رہے خاموش طنزاً مسکرائے   ہماری موت پر خوشیاں منائے
ہوئے جب اس کے اپنے گھر دھماکے   تو اب آنسو بہاتا ہے بلا کے
وہ ایٹم اور میزائل کہاں ہے   ابھی تک ہم پہ چشم دشمناں ہے
کہاں ہے لشکر جرار اپنا   کہاں ہے وہ "سپہ سالار" اپنا
کہ جس نے موت کو دیکھا قریں سے   اور اب ڈرتا ہے وہ اس "مہ جبیں" سے
نہ بھائی کے لیے آمادہ جنگ   نہ ملت کے لیے استادہ جنگ
نہ دلی پر چلے تلوار اپنی   نہ ہے کشمیر پر یلغار اپنی
حقیقت میں وہ فاتح ہے ہمارا   یہ سچ ہے، سارے جگ پر آشکارا
ہمارے پاسباں خاموش کیوں ہیں   ہمارے ترجماں بے ہوش کیوں ہیں
نظر آئے گی کب جرأت ہماری   بھلا جاگے گی کب غیرت ہماری
رہے گا چین ساتھ اپنے نہ ایراں   نہ دے گا ساتھ دیں اپنا نہ قرآں
صلیبی جنگ ہے دہشت گری ہے   فقط دین مبیں سے دشمنی ہے
ہے یورپ متحد، افغان تنہا   مسلماں منتشر، ایمان تنہا

اگر جاگی نہ اب غیرت ہماری
تو پھر آئے گی پاکستان کی باری

بنا ہے ''بش کا مصاحب'' پھرے ہے اتراتا

مرزا غالب سے معذرت کے ساتھ..................سید عارف محمود مہجور رضوی (گجرات)

''غلام ابن غلامانِ بش بہادر'' ہیں
کہاں مجال کہ اس کو کہیں کہ، تو کیا ہے

چھنک رہا ہے ترے ڈالروں سے سب دامن
''ہمارے جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے''

لگا کے داؤ پر اپنی حمیت ملی..
''کریدتے ہو جو اب راکھ، جستجو کیا ہے''

''رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل''
جو جوشِ ایماں سے مملو نہ ہو، وہ لہو کیا ہے

خیال و خواب ہوئی آہ آج آزادی
ہمارے ملک کا حاکم کوئی عدو کیا ہے؟

''رضائے بش'' کے مقابل نہیں ہے دین عزیز
برائے نام مسلماں ہیں، گفتگو کیا ہے

خدا رہے نہ رہے، خوش رہیں مگر بش جی
سوائے اس کے غلاموں کی آرزو کیا ہے

تری رضا ہی سے وابستہ ہے فروغ اپنا
تری عطا نے کیا ہم کو سرخرو کیا ہے

بنا ہے ''بش کا مصاحب'' پھرے ہے اتراتا
وگرنہ ''دہر'' میں ''غالب'' کی آبرو کیا ہے

جذبات تبریک وتہنیت

حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے کے عمرہ شریف کی سعادت اور دربار مصطفیٰ کی حاضری سے بہرہ یاب ہونے پر......

پروفیسر محمد اکرم رضا (گوجرانوالہ) کے گلبار قلم سے

حضرت ''اقبال'' کو ہر ایک نعمت مل گئی
عمرۂ اقدس کی ہے پھر سے سعادت مل گئی

قلب مضطر پھر قرار زندگی کو پائے ہے
''یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے''

کعبۃ اللہ سے شہ کونین کے دربار تک
شہر مکہ سے دیارِ احمد مختار تک

سر بسر پھیلا ہوا انوار کا ہے سلسلہ
منکشف ہونے کو پھر اسرار کا ہے سلسلہ

زائر بیت الحرم پہنچا دیار شوق میں
پھر مسافر آ گیا ہے ریگزار شوق میں

خانہ کعبہ کا طوافِ شوق پھر ہونے لگا
کشتِ دل میں آنسوؤں کے بیج یہ بونے لگا

اللہ اللہ وہ حسیں منظر، مدینہ پاک کا
وہ نظارہ خواب گاہ سید لولاک کا

جس جگہ آ کر فرشتوں کے بھی دم رکنے لگیں
جس جگہ آ کر جبینیں خود بخود جھکنے لگیں

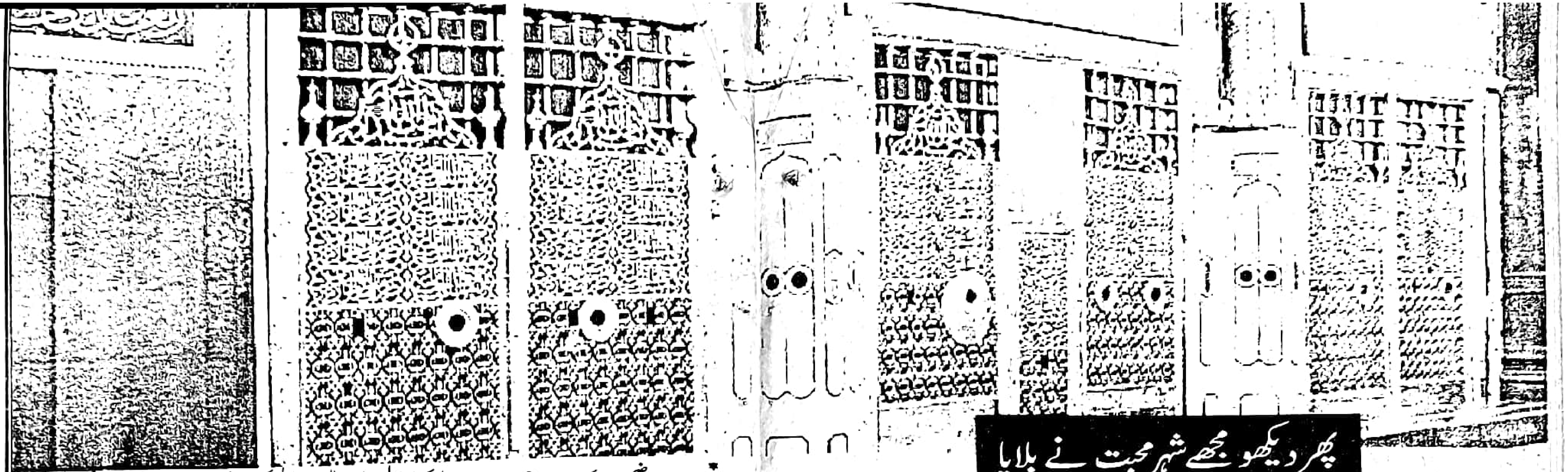
وہ مدینہ سجدہ گاہِ شوق، ہاں رشک ارم
اس بہشت نور تک ''اقبال'' کے پہنچے قدم

آ رہی ہوگی شفاعت کی صدا جب کان میں
کیف کی مہکار ہوگی، پھر تو قلب و جان میں

کون رہ سکتا ہے پھر ایسے میں اپنے ہوش میں
رحمتوں نے لے لیا ہوگا انہیں آغوش میں

سن رہے ہوں گے یقیناً سرور عالی مقام
کہہ رہی ہوگی زباں جب ''الصلوٰۃ والسلام''

لطف فرما ان پہ پیہم ہیں خدا و مصطفیٰ
اذن پھر سے حاضری کا لے کے آئے ہیں ''رضا''



پھر دیکھو مجھے شہر محبت نے بلایا

شہر محبت کی کشش اور وہاں کی حاضری دل کی دھڑکنوں میں بستی رہتی ہے۔ اس شہر محبوب کی ہر گلی، ہر کوچہ اور ہر گوشہ...... ''کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں'' ...... کی تصویر نظر آتا ہے۔ آج ہم اپنے قارئین کو اپنے آقا و مولیٰ کے گھر کی دیواروں کے ساتھ کھڑے ہو کر حاضری کی سعادت حاصل کر رہے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے حجروں کا تذکرہ اور حجروں کے بعد بارگاہ مصطفیٰ اور مسجد نبوی کی دیواروں کے سایہ میں چند لمحے گذارنا چاہتے ہیں۔

یہ مقالہ ہمارے ایک دوست فیروز الدین احمد فریدی نے تیار کیا اور ہم اسے ''نوائے وقت'' کے شکریہ کے ساتھ ''جہان رضا'' کے اوراق پر پھیلا رہے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آج جہاں آرام کر رہے ہیں وہاں سوا چودہ صدی پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ آباد تھا۔ اس کی لمبائی تقریباً ۱۶ فٹ اور چوڑائی ۱۲ فٹ تھی جو ہمارے کمروں کا سائز ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ ہمارے مکانوں میں اس طرح کے کمرے ایک سے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ غسل خانہ، باورچی خانہ اور گھر والوں کے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، باتیں کرنے اور مہمانوں کو بٹھانے کیلئے الگ جگہیں ہوتی ہیں۔ مگر مدینے کے اس حجرے میں کوئی غسل خانہ تھا نہ باورچی خانہ، کھانے کیلئے کوئی الگ جگہ تھی نہ مہمانوں کیلئے ڈرائینگ روم جو کچھ تھا بس یہ دو سو مربع فٹ کا رقبہ تھا ہمارے کمروں کی اونچائی اتنی رکھی جاتی ہے کہ کوئی فرش پر کھڑا ہو اور ہاتھ بلند کرے تو اس کا ہاتھ چھت پر لگے ہوئے پنکھے کے پروں سے نہ ٹکرائے۔ اس قدیم اور مقدس حجرے کے بارے میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں اپنے لڑکپن میں یہ حجرہ دیکھنے جایا کرتا تھا جب کھڑا ہوتا تو میرا ہاتھ ان کی چھت سے لگتا تھا''۔

واضح رہے کہ حضرت حسن بصری رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیز کے بیٹے تھے۔ یہ تھی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی رہائش گاہوں کی لمبائی، چوڑائی، اور اونچائی۔ ان کی دیواریں کچی اینٹوں کی اور چھتیں کھجور کے درخت کے پتوں کی بنی ہوئی تھیں۔ اللہ جانتا ہے کہ تیز بارش اور سخت گرمی میں یہ چھتیں اپنے مکینوں کی حفاظت کیسے کرتی ہوں گی؟

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور چہیتی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور چہیتی بیوی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے متصل شمال کی سمت میں تھا۔ واضح رہے کہ مدینہ منورہ میں قبلے کا رخ جنوب کی طرف ہے۔ ان دونوں حجروں کے دروازے مسجد نبوی میں کھلتے تھے اور اب یہ دونوں جگہیں گنبد خضرا کے سائے میں ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے مشرقی جانب اور اس کے بالکل پیچھے اور متصل رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوسری اہلیہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے مشرقی جانب اور اس کے بالکل پیچھے اور متصل رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوسری اہلیہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تھا۔ محل وقوع سمجھنے کیلئے یاد رہے کہ مسجد نبوی کے مشرق کی طرف ''جنت البقیع'' تھا اور ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے جنوب یعنی قبلے کی سمت اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متصل تو نہیں لیکن اس کے سامنے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تھا۔ پچھلے چودہ سو برسوں سے جب اربوں عاشقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لحد کے سامنے کھڑے ہو کر پرنم آنکھوں سے آپ پر درود و سلام بھیجتے رہے ہیں تو ان میں سے بیشتر کو یہ علم نہیں ہوگا کہ وہ زمین کے اس ٹکڑے پر کھڑے ہیں وہ چالیس برس سے زیادہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رہائش گاہ رہی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجروں کے درمیان ایک انتہائی تنگ گلی تھی جس میں ایک وقت میں ایک آدمی بمشکل گذر سکتا تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اپنے حجروں میں بیٹھی ہوئی ایک دوسرے سے باتیں کرلیا کرتی تھیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ صرف ایک اور حجرے کا صحیح محل وقوع معلوم ہے۔ اس چوتھے حجرے میں آپ کی چوتھی اہلیہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صرف دو ماہ رہیں۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شادی کے دو ماہ بعد جب ان کا انتقال ہوگیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی جو اگلے چھپن برس یہاں رہائش پذیر رہیں ازواج مطہرات میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب سے زیادہ عمر پائی اور سب سے آخر میں وفات پائی ان کا وصال رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً نصف صدی بعد ہوا اور کربلا کا سانحہ ان کی زندگی میں پیش آیا گو بعض مورخین اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کربلا کے سانحے سے پہلے ہی وفات پا گئی تھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے بعد ایک قطار میں شمال کی جانب مزید پانچ حجرے وقتاً فوقتاً بنتے گئے جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پانچ دیگر ازواج مطہرات کی رہائش گاہیں تھیں۔ ہر حجرے سے ملحق تقریباً اسی سائز کا ایک چھوٹا عقبی صحن ہوتا تھا' جس کے گرد کھجور کی درختوں کی شاخوں سے باؤنڈری بنا دی جاتی تھی۔ صحن کے اوپر جانوروں کے بالوں سے بنے ہوئے موٹے جھوٹے کمبل ڈال دیئے جاتے تھے تاکہ بے پردگی نہ ہو۔

بالائی سطور سے یہ نقشہ سامنے آتا ہے کہ مسجد نبوی کے احاطے کے مشرقی حصے میں قبلے یعنی جنوب کی سمت سب سے پہلا حجرہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رہائش گاہ تھا اس کے نیچے شمال کی جانب پہلی قطار میں ایک دوسرے سے متصل دو حجرے تھے ان میں ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا جو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے بالمقابل تھا اور دوسرا حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے سے پیچھے مشرق کی سمت یعنی ''جنت البقیع'' کے جانب تھا۔ اس کے بعد کی اگلی قطار میں پھر دو حجرے تھے جن میں سے ایک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا جو حضرت عائشہ کے حجرے سے متصل اور اس کے شمال مغرب میں تھا اور اس کا دروازہ بھی مسجد نبوی میں کھلتا تھا اور دوسرا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا جو حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے نیچے اور اس کے شمال مشرق میں تھا یعنی ''جنت البقیع'' کی جانب۔

زمین کا وہ خوش نصیب ٹکڑا جسے آج گنبد خضرا نے ڈھانپا ہوا ہے سوا چودہ سو برس پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ام سلمہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا اور کسی حد تک حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے سے نیچے شمال کے رخ پانچ اور حجرے تھے۔ یہ دو دو سو مربع فٹ کے وہ نو حجرے تھے جن میں اللہ کے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری دس برس گذارے یہ تھیں وہ اقامت گاہیں جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوتے' اٹھتے' بیٹھتے' محو گفتگو ہوتے عبادت میں مشغول ہوتے جن میں سے بعض میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی اتری اور جن میں سے ایک میں آپ نے وفات پائی اور آج وہیں آرام فرما رہے ہیں۔

اب یہ واضح ہوگیا ہے کہ جب کوئی زائر مسجد نبوی میں ''ریاض الجنۃ'' کے پاس گنبد خضرا کے نیچے سبز جالیوں میں نصب پہلے گول دائرے کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ظاہری طور پر چند گزوں کا فاصلہ ہوتا ہے سبز جالیوں کے اندر سب سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے اس کے بعد ڈھائی تین فٹ چوڑی وہ تنگ گلی والی جگہ ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجروں کے درمیان سے گذرا کرتی تھی اور اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ حجرہ ہے جس میں جنوب مغرب یعنی قبلے اور ریاض الجنۃ کی اطراف سے پہلی لحد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے اور اس سے ذرا اور نیچے شمال کی جانب پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سسر اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس سے ذرا نیچے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوسرے سسر اور خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبریں ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد تھے۔ یہ تینوں قبریں تقریباً ایک مربع شکل کی مہر بند چار دیواری میں ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ ہوتی تھی اور اس چار دیواری کے گرد ایک ''پانچ دیواری'' کھڑی ہے۔ زائر کو جالی کے اندر جو نظر آتا ہے وہ اس ''پانچ دیواری'' کا جنوبی یعنی قبلے کے رخ والا حصہ ہے۔

۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً اسی برس بعد اموی کاندان کے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کے دور میں مدینے کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ نے مسجد نبوی کی توسیع کا حکم دیا مسجد نبوی کا رقبہ جس میں پہلی توسیع رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسری توسیع خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تیسری توسیع خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کرائی تھی' اب اسلامی مملکت کی محیر العقل توسیع اور مسلمانوں کی آبادی میں نمایاں اضافے کی وجہ سے ایک بار مسجد نبوی کا صحن پھر چھوٹا پڑ گیا تھا۔ یہ بات ۹۱ھ (مطابق ۷۱۰ء) کی ہو رہی ہے اس وقت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات دنیا سے رخصت ہوگئی تھیں چنانچہ خلیفہ کی ہدایت پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ چھوڑ کر باقی تمام حجروں کو گرا کر ان کی زمین مسجد نبوی کی توسیع کیلئے استعمال کی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ جس روز یہ حجرے گرائے

گئے اس دن مدینے میں ہر آنکھ اشک بار تھی لوگ کہہ رہے تھے اور بعد تک کہتے رہے کہ یہ حجرے جوں کے توں برقرار رکھنے چاہیۓ تھے تا کہ بعد میں آنے والی نسلوں کو معلوم ہوتا کہ ان کے آقا و مولا نے اپنی کبیرسنی کے آخری دس برس کس درویشانہ حالت میں گذارے حالانکہ فتح خیبر کے بعد اتنے مکانات' باغات اور محلات آپ کے قبضے میں آئے پھر عرب کی آدھی سرزمین آپ کے قدموں کے نیچے تھی اگر وہ چاہتے تو اپنے اور اپنی بیٹی اور ازواج مطہرات کیلئے پختہ وسیع اور آرام دہ مکانات بنوا سکتے تھے۔

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا — اور چار دن سے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا
تھے دوسروں کے واسطے سیم و زر و گوہر — اپنا یہ حال ہے کہ ہے چولہا بجھا ہوا
کسریٰ کے تاج روندتے تھے پاؤں کے تلے — اک بوریا کھجور کا گھر میں بچھا ہوا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ بعد میں اس کی تعمیر نو کی اور اس کے گرد ایک اضافی بیرونی دیوار بھی بنوائی لیکن اس تعمیر نو اور توسیع مزید کے عمل کے دوران جب یہ حجرے گرائے گئے تو ایک رات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کی مشرقی دیوار بھی گرگئی اس بارے میں ایک معاصر عبداللہ بن محمد بن عقیل بتاتے ہیں۔

''اس رات مدینہ منورہ میں بارش ہو رہی تھی۔ میرا معمول تھا کہ رات کے آخری حصے میں مسجد نبوی میں حاضری دیتا' پہلے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا اور پھر نماز فجر تک مسجد نبوی میں رہتا۔ میں حسب معمول رات کو نکلا ابھی میں مغیرہ بن شعبہ کے مکان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اچانک ایک ایسی خوشبو آئی جو میں نے کبھی نہیں محسوس کی تھی۔ مسجد نبوی پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کی ایک دیوار گری ہوئی ہے میں اندر چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کیا میں ابھی وہیں تھا کہ مدینے کے گورنر عمر بن عبدالعزیز بھی آ گئے۔ ان کے حکم پر کوٹھڑی کو ایک بڑے کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا علی الصبح مستری بلایا گیا اور اسے کوٹھڑی کے اندر جانے کو کہا گیا مستری نے کہا کہ اس کے ساتھ کوئی اور شخص بھی ساتھ اندر چلے' گورنر عمر بن عبدالعزیز چلنے کیلئے کھڑے ہو گئے (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے) قاسم بن محمد بن ابوبکر اور (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے) سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تیار ہو گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیکھا تو کہا کہ ہمیں اس مقدس مقام کے مکینوں کے سکون میں خلل ڈالنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ انہوں نے صرف اپنے آزاد کردہ غلام مزاحم کو اندر جانے کی ہدایت کی جس نے بعد میں بتایا کہ پہلی قبر دوسری قبروں کے مقابلے میں تھوڑی سی نیچی تھی''۔

اس واقعے سے کم از کم ۳۵ برس پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہی پوتے اپنی پھوپھی حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں ان کی اجازت سے یہ تینوں قبریں دیکھ چکے تھے جب انہوں نے یہ قبریں دیکھیں تو یہ سطح زمین سے نہ بہت بلند تھیں نہ سطح زمین کے ساتھ لگی تھیں۔ تینوں قبروں پر سرخ رنگ کی مٹی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور کے ایک اور ہم عصر کا بیان ہے کہ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں یہ تینوں قبریں دیکھیں جو سطح زمین سے تقریباً چار انچ اونچی تھیں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے گرد جو چار دیواری بنائی اس میں ایسے ہی سیاہ پتھر استعمال کیۓ گئے جیسے کعبے کی دیواروں میں نصب ہیں۔ اس بات کی تصدیق سینکڑوں برس بعد ان لوگوں نے کی جنہوں نے صدیوں بعد ہونے والی مرمت کے دوران اس مہر بند کمرے کو دیکھا اس چار دیواری کے گرد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو پانچ پہلوؤں والی بیرونی دیوار کھینچوائی تھی اس میں پانچ پہلو رکھنے کی مصلحت یہ تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ کا طرز تعمیر اللہ کے گھر کے طرز تعمیر سے مختلف رہے جو مستطیل نما یعنی چار پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

پانچ پہلوؤں والی اس بیرونی دیوار کا نقشہ کچھ اس طرح ہے کہ جب آپ اس مقام پر کھڑے ہوں جہاں گول دائرے بنے ہیں اور جس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے دو خلفاء آرام کر رہے ہیں تو سبز جالیوں کے بیچ میں ہے جو آپ کو نظر آتا ہے وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بنوائی ہوئی اس بیرونی دیوار کا جنوبی حصہ ہے جو خط مستقیم کی طرح ہے۔ اگر آپ کو سبز جالی میں سے اندر جھانکنے کا خوش قسمتی سے موقع ملا تو آپ کو عربی تحریروں سے مزین سبز کپڑا نظر آئے گا یہ سبز غلاف ہے جو عمر بن عبدالعزیز کی بنوائی ہوئی اس بیرونی دیوار کے جنوبی حصے پر چڑھا ہوا ہے۔

اگر آپ یہاں سے آگے چل کر بائیں طرف مڑیں تو آپ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بنوائی ہوئی اس بیرونی دیوار کے مشرقی حصے کی طرف آ جائیں گے۔ جو ''جنت البقیع'' کی جانب ہے۔ مشرق کی سمت یہ بیرونی دیوار جو ظاہر ہے کہ سبز جالی کے اندر ہے خط مستقیم میں نہیں ہے۔ اس طرف دیوار دو حصوں میں ہے جنوب (یعنی قبلے کی جانب) سے شمال کو جاتے ہوئے بیرونی دیوار وتر کا زاویہ بناتی ہوئی شمال مغرب کی طرف مڑ جاتی ہے۔ اگر آپ ''مواجہ شریف'' کے آگے جا کر بائیں طرف مڑنے کے بجائے ''مواجہ شریف'' کے مغربی سمت مڑیں تو آپ ''ریاض الجنۃ'' میں داخل ہو جاتے ہیں اس کے بالمقابل سبز جالیوں کے اندر بیرونی دیوار کا مغربی پہلو ہے یہ پہلو بھی خط مستقیم میں نہیں ہے۔ اس طرف بھی دیوار دو حصوں میں ہے۔ جنوب سے شمال کو جاتے ہوئے آپ کو سبز جالیوں میں تین ستون دکھائی دیں گے' جو آدھے سبز جالیوں کے اندر اور آدھے سبز جالیوں کے باہر ہیں۔ ان تین ستونوں کے نام ''السریر' الحرس' اور الوفود'' ہیں۔ السریر سے الوفود کو جاتے ہوئے دیوار کا ایک حصہ خط مستقیم میں ہے لیکن آگے جا کر دیوار پھر وتر کا زاویہ بناتی ہوئی شمال مشرق کی طرف مڑ جاتی ہے اور پھر اپنے بالمقابل مشرق کی سمت سے وتر کے زاویے پر آنے والی دیوار سے شمال میں مل جاتی ہے دوسرے الفاظ

میں قبلے یعنی جنوب کی جانب حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بنائی ہوئی بیرونی دیوار خط مستقیم ہے شمال میں کوئی بیرونی دیوار نہیں ہے بلکہ اس سے مشرق اور مغرب سے آنے والی بیرونی دیواریں وتر کے زاویے بنائے ہوئے آ کر مل جاتی ہیں مشرق اور مغرب کی سمت کی بیرونی دیواریں اور دو دو حصوں پر مشتمل ہیں ایک حصہ خط مستقیم میں اور دوسرا وتر کا زاویہ لئے ہوئے۔ اس طرح جنوب کی سمت ایک دیوار ہے' مشرق کی طرف دو دیواریں' مغرب کی طرف دو دیواریں اور اس طرح پانچ دیواریں بن جاتی ہیں۔

گنبد خضرا کے نیچے شمال مشرق یعنی "ریاض الجنۃ" کی جانب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا اور اس کے شمال مغرب میں اس کے بالمقابل حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے باہر شمال کی سمت تہجد ادا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے یہاں سبز جالی کے پیچھے ایک محراب ہے جو "محراب تہجد" کہلاتی ہے لیکن باہر سے نظر نہیں آتی اس محراب کے آگے دیوار کے ساتھ آج پیتل کی ایک دیدہ زیب منقش جالی لگی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ قرآن کے سینکڑوں نسخے رکھ دیئے گئے ہیں۔ اس منقش جالی کے عین سامنے وہ گذرگاہ ہے جو ایک طرف (مشرق کی سمت) باب جبریل اور دوسری طرف (مغرب کی سمت) ریاض الجنۃ کو جاتی ہے اگر آپ "باب جبریل" سے مسجد نبوی میں داخل ہوں جو ہر زائر کی ترجیح ہوتی ہے یہاں جنوب کی طرف "قدمین شریفین" کا ایک مختصر سا زاویہ ہے جہاں ہر محبت والے کی تمنا ہوتی ہے کہ چند لمحات کیلئے قدمین شریفین میں بیٹھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود وسلام پیش کرے۔

چند گز بعد اس جگہ کے بائیں جانب پیتل کی یہ منقش جالی اور دائیں جانب قالینوں سے ڈھانپا ہوا ایک چبوترا ہوگا جسے بیشتر زائرین غلطی سے "اصحاب صفہ" کا چبوترہ سمجھ کر اس پر جگہ حاصل کرنے کی تگ ودو میں لگ جاتے ہیں۔ اولاً تو "صفہ" کا مطلب سائبان ہوتا ہے چبوترہ نہیں دوسرے وہ مقام جہاں دور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ستر اصحاب صفہ بیک وقت قیام کیا کرتے تھے وہ جگہ اس چبوترے سے چند گز آگے ہے اور اس جگہ کی اب کوئی شناختی علامت موجود نہیں ہے موجودہ چبوترہ سلاطین ترکی کے دور میں مسجد نبوی کے محافظوں کے بیٹھنے کیلئے بنایا گیا تھا۔

۸۸۱ھ (مطابق ۱۶۷۶ء) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کی چار دیواری اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی تعمیر کردہ پانچ پہلوؤں والی دیوار دونوں کو مرمت کی ضرورت پڑ گئی۔ علامہ سمہودی نے اس مرمت میں رضاکارانہ طور پر حصہ لیا تھا۔ وہ بتاتے ہیں۔

"چودہ شعبان ۸۸۱ھ کو پانچ پہلوؤں والی بیرونی دیوار کو مکمل طور پر گرانا پڑا اسے گرا چکے تو دیکھا کہ اندرونی چار دیواری میں بھی دراڑیں پڑی ہوئی ہیں۔ چنانچہ اندرونی چار دیواری بھی مکمل طور پر گرانی پڑی۔ اب مقدس حجرہ ہماری آنکھوں کے سامنے تھا۔ میں شمال کی جانب (قبلے کے مقابل کی

سمت) سے اندر داخل ہوا تو خوشبو کی ایک ایسی لپٹ آئی جو زندگی میں کبھی محسوس نہ ہوئی تھی۔ میں نے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے دونوں خلفاء کی خدمت میں ادب سے سلام پیش کیا۔ مقدس حجرہ مربع شکل کا تھا اور اس کی چار دیواری کی تعمیر سیاہ رنگ کے پتھروں سے ہوئی تھی جیسے کعبے کی دیواروں میں استعمال ہوئے ہیں اس چار دیواری میں کوئی دروازہ نہ تھا میری پوری توجہ تین قبروں پر مرکوز تھی۔ تینوں قبریں سطح زمین کے تقریباً برابر تھیں صرف ایک قبر سطح زمین سے تھوڑی سی بلند تھی۔ یہ غالباً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر تھی قبروں پر عام مٹی پڑی ہوئی تھی۔ میں کام میں مشغول ہوگیا مرمت میں ہاتھ بٹاتا رہا جو تین ہفتے میں سات شوال کو مکمل ہوگیا"۔

اس بات کو سوا پانچ صدیاں بیت چکی ہیں ان پانچ صدیوں میں اس کے بعد کوئی شخص اس مہر بند چار دیواری میں داخل نہیں ہوا آج کل بعض لوگ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کے فوٹو دکھاتے ہیں جو ان کے کہنے کے مطابق گذشتہ صدی میں کسی شخص نے کسی طرح لے لئے اس فوٹو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر سطح زمین سے کافی اونچی اور چادروں سے ڈھکی ہوئی نظر آتی ہے سرہانے عمامہ نظر آتا ہے اس مضمون کے قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جس چار دیواری میں پانچ سو برس سے کوئی انسان داخل نہ ہوا ہو اور جہاں جنید و بایزید جیسے اولعزم اولیاء اللہ اپنے سانس روک کر زیارت کیلئے حاضر ہوتے ہوں اور فرشتے سلام کرنے کیلئے جب جھکتے ہیں تو اپنے پر کی آواز تک نہیں آنے دیتے وہاں فوٹو کیسے لیا جاسکتا ہے؟ ان تصاویر کے سوداگر خواہ وہ یہ کام جہالت سے کر رہے ہیں یا مالی منفعت کیلئے اپنی عاقبت کیلئے اچھا سودا نہیں کر رہے اور مصنوعی تصویریں بنا بنا کر لوگوں کی عقیدت سے کھیلتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ میں ان دنوں بہت سے سربراہان مملکت جو پرلے درجے کے فاسق و فاجر اور اسلام سے بیزار ہیں حاضری دیتے ہیں آج کل کی سعودی حکومت کے زیر سایہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت کیلئے اندر جاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر منور کو دیکھ آئے ہیں۔ یہ سب دھوکا فریب اور غلط بیانی ہے۔ یہ بادشاہان وقت کو خوش کرنے کیلئے سعودی حکومت کی ایک ڈپلومیسی ہے ورنہ جہاں فرشتے سر جھکا کر حاضری دیں آج کل کے بدکردار اور اخلاق باختہ سربراہان مملکت کس منہ سے اندر جا کر حاضری دیتے ہیں۔؟

قارئین "جہان رضا" آپ فیروز الدین احمد فریدی صاحب کے ساتھ ایسے نورانی لمحات گذار چکے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کی قربت کے انوار حاصل کر چکے ہیں۔ اب آپ اٹھئے' میرے ساتھ چلئے' صلوٰۃ وسلام پڑھئے اور یہ شعر کہتے ہوئے اجازت لیجئے۔

مشرف گرچہ شد "جامی" بہ لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

علماء کرام کی لطیف یادیں

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی یادوں کے جھروکے سے

مولانا کوثر نیازی کی یاد آئی۔ وہ عالم دین، معلم علوم دینیہ، اور فاضلِ درس نظامی تو نہیں تھے۔ مگر دانشور تھے، صحافی تھے، صاحب قلم تھے، خطیب تھے، ادیب تھے پھر سیاسی میدانوں کے شاہسوار تھے۔ وہ وزیر بنے مشیر بنے۔ زندگی کے آخری سالوں میں امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کے علم وفضل کے ترجمان بن کر برصغیر پاک وہند میں ''نغمات رضا'' کی ''صدائے دلستان'' بن گئے۔

ہم ان کے حلقہ احباب میں اس وقت داخل ہوئے جب ان کا نام ''حیات محمد خاں'' تھا۔ اور میانوالی کی خشک وادی سے نکل کر لاہور آئے تو ''کوثر نیازی'' بن گئے۔ لاہور کی علمی زندگی میں داخل ہوئے۔ ہم ان دنوں کی بات کر رہے ہیں جب وہ شام نگر چوبرجی لاہور کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔ اور شاہ عالمی بازار کی لال مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے ''ماڈرن خطاب'' کیا کرتے تھے۔ بشیر حسین ناظم، مولانا محمد بخش مسلم مرحوم اور قاری محمد عطاء اللہ کے ساتھ ہم کبھی کبھی ان کے حجرے میں چلے جاتے۔ ہم نے ان کو ''مقطوع اللحیہ'' تو نہیں دیکھا البتہ تو ''مقصور اللحیہ'' تھے۔ ان دنوں ہم خود بھی ''مقصور اللحیہ'' تھے۔ بشیر حسین ناظم ''مفقود اللحیہ'' تھے۔ قاری عطاء اللہ ''محروم اللحیہ'' تھے۔ مولانا محمد بخش مسلم خطیب ہونے کے باوجود ان دنوں ''مقصور اللحیہ'' تھے۔ ہم سب سرکاری ملازم تھے۔ مولانا مسلم محکمہ امداد باہمی، بشیر حسین ناظم آڈٹ اینڈ اکاؤنٹ اور ہم محکمہ صنعت میں انسپکٹر تھے۔ ہم سب مل کر مولانا کوثر نیازی کے پاس جاتے اور ان کے حجرے میں چائے کا دور چلتا۔

مولانا کوثر نیازی ان دنوں جماعت اسلامی کی ''بلبل ہزار داستان'' تھے۔ مولانا مودودی کی مجالس کے ''امیر خسرو'' تھے۔ اور بقول شورش کاشمیری میخانہ جماعت اسلامی کے ''مغبچہ'' تھے۔ جماعت اسلامی سے دوری کے باوجود ہم لوگ مولانا کوثر نیازی کو پسند کرتے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب امریکہ کی ایک یہودی خاتون ''مریم'' دامن اسلام میں آ کر مولانا مودودی کے گھر ذیلدار پارک اچھرہ میں قیام پذیر تھی۔ اور دینی تربیت پا رہی تھی۔ مولانا کوثر نیازی اس جواں سال خاتون سے بڑے متاثر تھے۔ وہ ہر روز دیسی مرغی کے پانچ انڈے ابالتے اور سائیکل پر سوار ہو کر شام نگر سے اچھرے جاتے۔ اور نو مسلم خاتون کو پیش کرتے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ مولانا ہمیں تو خالی چائے کی پیالی پلاتے ہیں اور مریم کو دیسی مرغی کے ابلے ہوئے انڈے کھلاتے ہیں۔ اگرچہ ان کا یہ فعل برا نہیں تھا۔ مگر ہمیں ''احساس محرومی'' اندر سے کاٹتا تھا۔ بشیر حسین ناظم نے ایک دن مولانا مسلم کو مولانا کوثر نیازی کی اس ''حرکت'' سے آگاہ کیا۔ ہم نے بھی ''اپنے احساس محرومی'' کا رونا رویا۔ دوسرے دن محفل جمی تو مولانا مسلم فرمانے لگے۔ ''او کوثریا''؟ تیری یہ حرکت کہ مریم کے لیے پانچ پانچ انڈے اور ہمیں خالی چائے''؟ مولانا کوثر نیازی فرمانے لگے حضرت وہ نو مسلم ہے میں تو یہ خدمت ''تالیف القلوب'' کے لیے کرتا ہوں۔ مسلم صاحب فرمانے لگے وہ تو کل کی مسلمان ہے ہم تو صدیوں سے مسلمان چلے آ رہے ہیں؟ مجلسِ کشت زعفران بن گئی۔ ہم سب نے مسلم صاحب کے ''جواب کو باصواب'' قرار دیا۔ اس کے بعد مولانا کوثر نیازی نے زندگی بھر ہمیں کبھی خالی چائے نہیں پلائی۔

غالباً ۱۹۳۹ء کی بات ہے۔ ہم ابھی دس بارہ سال کے طالب علم تھے۔ مسجد وزیر خاں میں انجمن حزب الاحناف کا سالانہ جلسہ ہوتا تھا۔ جلسہ تین دن رہتا۔ اس جلسے کا انتظام و اہتمام علامہ سید ابو البرکات، سید احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ کرتے تھے۔ بریلی شریف، مراد آباد، پیلی بھیت، بمبئی، اور آگرہ سے علماء اہلسنت کے قافلے آتے اور علامہ ابو البرکات ان کے استقبال کے لیے علماء لاہور کا ایک وفد سجا کر ریلوے اسٹیشن پر حاضر ہوتے۔ علماء کرام کے جب یہ قافلے ریلوے اسٹیشن سے چلتے تو نولکھا بازار، لنڈا بازار، اور دہلی دروازے کے دکاندار دکانوں سے باہر نکل کر نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند کرتے۔

وزیر خاں کی مسجد میں جلسہ گاہ بڑی شان سے سجایا جاتا۔ سامعین و حاضرین کے لیے آرام دہ فرش بچھائے جاتے۔ سٹیج پر ساٹھ ستر علماء کرام کی نشستیں لگتیں۔ یہ محدث کچھوچھوی تشریف فرما ہیں، یہ صدر الافاضل جلوہ فرما ہیں، یہ صدر الشریعہ جلوہ آرا ہیں، یہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں ہیں، یہ شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی ہیں۔ یہ وصی احمد سورتی کے بیٹے بیٹھے ہیں۔ یہ محدث لائلپوری مولانا سردار

احمد بریلی سے آئے ہیں۔ یہ اشرفی میاں ہیں، یہ کچھوچھے سے تشریف لائے ہیں، یہ گڑھی اختیار خاں سے محمد یار فریدی ہیں۔ یہ جھنگ سے مولانا قطب الدین جھنگوی ہیں، یہ گجرات سے پیر ولایت شاہ ہیں۔ کس کس کا نام لیں اور کن کن کا ذکر کریں۔

؎ اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر!

یہ آسمان سنیت کے آفتاب و ماہتاب تھے جو وزیر خاں کی مسجد میں عقائد اہلسنت کے مختلف موضوعات پر تقاریر کرتے تھے۔ ادھر سامعین تھے۔ جو پنجاب کے مختلف شہروں سے کھچے چلے آتے۔ مسجد وزیر خاں کا صحن کچھا کھچ بھرا ہوتا۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان، اور سرحد کے مختلف علاقوں سے لوگ جوق در جوق آتے۔

اگرچہ ہم طالب علم تھے۔ لیکن ہماری دلی خواہش ہوتی کہ علماء کرام کی قربت ہمیں نصیب ہو۔ ان کے پہلو میں بیٹھیں۔ ایک تو اسٹیج پر کھڑے ہو کر جلسہ گاہ کا نظارہ کریں گے دوسرے ان بلند پایہ علماء کے دامن کے سائے میں جگہ مل جائے گی۔ مگر ہمیں کون سٹیج پر جانے دیتا...... کون پوچھے ہے تیری بات رضا!...... نئے کپڑے پہن کر پانی کا جگ اٹھائے اسٹیج پر جا پہنچتے۔ جہاں ساٹھ علماء کرام جلوہ فرما ہیں۔ کسی کے سامنے پانی کا گلاس پیش کیا۔ کسی کے سامنے پاندان رکھا۔ کسی کے سامنے اگال دان رکھا۔ کسی کا رومال گر پڑتا تو اٹھا کر پکڑاتے۔ کسی کے پاؤں پر پھولوں کی پتیاں گری ہوئی نظر آتیں۔ تو انہیں اٹھاتے۔ کسی کا رقعہ سٹیج سیکرٹری تک پہنچاتے ہماری یہ غلامانہ ادائیں دیکھ کر ہمیں اسٹیج سے کوئی نہ ہٹاتا حتی کہ جب غیر حاضر ہوتے تو علامہ ابوالبرکات آواز دے کر بلا لیتے!

تیرے کوچے اس بہانے میرا دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا، کبھی اس سے بات کرنا!

ہم کس کس کی تقریر کا ذکر کریں، کس کس کے بیان کا تذکرہ کریں، کس کس کی شعلہ نوائی کا ذکر کریں۔ کن کن نکات کو سامنے لائیں۔ ہر ایک مقرر آفتاب و ماہتاب کی کرنیں بکھیرتا دکھائی دیتا تھا۔ جب سید پیر ولایت شاہ گجراتی تقریر کے لیے آتے۔ تو میز سے گلدستے ہٹا دیئے جاتے۔ دوسری چیزوں کو اٹھا دیا جاتا۔ ان کی تقریر بڑی پر جوش ہوتی وہ گرجتے اور چمکتے ہوئے مجمعے پر چھا جاتے۔

ایک دن وہ سامعین کے سامنے اسلام کی عظمت پر تقریر کر رہے تھے۔ اور ایک ہندو عورت کے

اسلام لانے کا واقعہ سنا رہے تھے۔ جو حضور پر نور پر ہزاروں بار درود شریف پڑھ کر پہلے زیارت سے مشرف ہوئی۔ پھر اسلام کے دامن میں آ گئی۔ اس مقام پر آ کر شاہ صاحب حضور نبی کریم کی شان پر اظہار خیال فرماتے ہوئے درود شریف کے منکرین پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ اور منکرین شان رسالت کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ ''او تیتا یہاون دیو! تہاڈے کولوں تے کھترانی چنگی نکلی'' شاہ صاحب کے اس جملے پر سارا مجمع لوٹ پوٹ ہو گیا۔ ہندوستان سے آئے ہوئے علماء کرام پنجابی سے نا آشنا تھے خود علامہ ابو البرکات پنجابی زبان کی ٹکسالی اصطلاح سے ناواقف تھے۔ ان حضرات میں سے کسی کو سمجھ نہ آئی۔ علامہ ابو البرکات نے ایک شخص سے پوچھا شاہ صاحب نے کیا فرمایا کہ سارا مجمع لوٹ پوٹ ہو رہا۔ اس شخص نے عرض کی کہ حضور شاہ صاحب نے تصوف کا ایک ''باریک نکتہ'' بیان فرمایا ہے۔ علامہ ابوالبرکات خوش ہو کر فرمانے لگے۔ ''کیوں نہ ہوں آخر سادات کے گھرانے کے عالم دین ہیں!''

ابو النور مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) بڑے نامور خطیب، صاحب قلم اور شعر و سخن کے مالک ہیں۔ ان کی عمر غالباً نوے سال سے کچھ زیادہ ہے۔ حضرت شیخ الحدیث محمد شریف کوٹلی لوہاراں کے فرزند ارجمند ہیں۔ دار العلوم حزب الاحناف کے فارغ التحصیل ہیں۔ وہ صاحب علم و قلم ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ مولانا بشیر کا میدان خطابت میں طوطی بولتا تھا۔ ہر شہر اور ہر قریہ کے لوگ انہیں بلاتے وہ جہاں جاتے مجمع پر چھا جاتے۔ خوش آواز تھے۔ قادر الکلام خطیب تھے ان کا طرز بیاں مخصوص تھا۔ دوران تقریر لطائف بیان کرتے۔ اور مجمع کو کشت زعفران بنا دیتے۔ اشعار کا برمحل استعمال کرتے تو اہل ذوق جھوم جھوم جاتے۔ وہ خود شاعر ہیں ''حاجی لق لق'' کے مقابلے میں ''حاجی حق حق'' کا تخلص رکھتے ہیں۔ شعر کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ انھوں نے جوانی میں ماہنامہ ''ماہ طیبہ'' نکالا۔ جو سنی صحافت کا بہترین ترجمان تھا۔ ان دنوں بڑھاپے نے انہیں گوشہ نشین بنا دیا ہے ورنہ وہ اپنے وقت میں زبان و قلم کے ماہر تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن سے علماء اہلسنت کو بڑی راہنمائی ملتی ہے۔

ان کے ضلع سیالکوٹ کے بہت سے لوگ ریاست بہاولپور میں زمینیں آباد کرنے کے لیے چلے گئے تھے۔ انھوں نے مختلف علاقوں میں مربعے آباد کیے۔ یہ پاکستان سے پہلے کا واقعہ ہے ان سیالکوٹی عقیدتمندوں نے آپ کو ایک جلسے میں بلایا ہارون آباد کے مضافات میں ایک گاؤں میں جلسہ ہوا۔ دور دور سے صحرا نورد اونٹوں پر سوار ہو کر لوگ آئے۔ مولانا محمد بشیر صاحب تقریر کر رہے ہیں۔ مجمع پر سناٹا طاری

ہے۔ حدنگاہ تک لوگوں کا اجتماع ہے ہر ایک کی نگاہ آپ کے چہرے پر لگی ہوئی ہے۔ اور کان آپ کی آواز پر لگے ہیں۔ تقریر جوبن پر آئی تو مولانا بشیر فوراً رک گئے۔ فرمانے لگے میں اپنے سامعین کو رات کا ایک ''حادثہ'' سنانا چاہتا ہوں۔ لوگ گوش بر آواز تھے کہ رات کو کیا حادثہ ہوگیا۔ میزبان دم بخود ہے خدا جانے مولانا بشیر صاحب کو کیا حادثہ درپیش آیا۔ مولانا بشیر صاحب بولے۔ میں رات کو سویا ہوا تھا۔ کمرے میں اکیلا ہی تھا۔ آدھی رات کے وقت مجھے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ آہیں سسکیاں اور چیخیں سنائی دیں۔ میں اٹھا۔ ادھر ادھر نگاہ دوڑائی، کوئی بھی نہیں تھا۔ لالٹین جلائی۔ کوئی چیز نظر نہ آئی۔ میں نے خیال کیا۔ اس گھر میں جنات کا بسیرا ہے۔ میں نے ''اصحاب کہف کا وظیفہ'' پڑھا۔ مگر رونا دھونا اور چیخ وپکار بند نہ ہوئی۔ آخر میں نے حضور پر درود پڑھنا شروع کیا مگر آوازیں مسلسل آتی رہیں۔ میں نے غور کیا تو جس بستر پہ سویا ہوا تھا۔ اس کی رضائی، تلائی، اور چادریں رو رہی ہیں۔ سرہانہ رو رہا ہے۔ کمبل رو رہا ہے۔ کپڑے آہ و زاری کر رہے ہیں۔ یہ ساری چیزیں ریشمی کمخواب اور اعلیٰ سوتی کپڑے کی بنی ہوئی تھیں۔ اور بالکل نئی نکور تھیں۔ میں نے پوچھا تم کیوں رو رہی ہو؟ وہ کہنے لگیں ''مولوی صاحب! ان لوگوں نے پہلی بار ہمیں آپ کے استعمال میں دیا ہے۔ آپ عالم دین ہیں۔ اللہ والے ہیں رسول اللہ کے عاشق ہیں۔ آپ سوئے ہمیں بڑا سکون ملا آپ کے جانے کے بعد یہ لوگ خدا معلوم کن جاہلوں اجڈوں اور جانگلیوں کے حوالے کریں گے۔ جو اپنے ناپاک گھٹنوں سے ہمیں کھدیڑ دیں گے۔ ہم تو اس خوف سے رو رہے ہیں کہ کل کیا ہوگا؟''

واقعہ بڑا پرلطف تھا لوگ بڑے محظوظ ہو رہے تھے میزبان مجمعے میں اٹھا۔ اور کہنے لگا ''مولوی بشیر صاحب یہ سارا بستر آپ کا ہوا!''

حیات اعلیٰ حضرت کی کہانی خانوادہ مارہرہ شریف کے خطوط کی زبانی

اگر چہ حیات اعلیٰ حضرت آج مکمل چھپ کر حلقہ رضویت اور علماء اہلسنت کے مطالعے میں آچکی ہے۔ لیکن اس کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر صاحبزادہ میاں محمد امین مارہروی کے خطوط شائع کیے جارہے ہیں۔

امام اہل سنت، مجدد دین وملت، چشم و چراغ خاندان برکات، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) کے وصال کے بعد سوانحی سطح پر سب سے پہلے ان کے محب خاص، فدائے رضا سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمہ نے کام شروع کیا جو تقسیم پاکستان کے بعد پاکستان تشریف لے گئے۔ جب منظور نگاہ اعلیٰ حضرت ملک العلما نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' پر باضابطہ کام کا آغاز کیا تو حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی نے بے مثل ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا سارا جمع کردہ مواد ملک العلما کے حوالے کردیا۔ اس کے بعد ملک العلما نے اپنے مرکز عقیدت، اعلیٰ حضرت کے پیرخانے مارہرہ مطہرہ کے بزرگوں اور جملہ متوسلین اعلیٰ حضرت سے رابطہ قائم کیا اور بہت

ساری روایات حاصل کیں۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی پہلی جلد مکمل ہوئی تو اصلاح کی غرض سے حضرت تاج العلما کی خدمت میں بھیجنا چاہا۔ حضرت نے بطیب خاطر اس عرضداشت کوشرف قبول بخشا۔ ذیل کے چاروں خطوط اسی علمی گوشے سے تعلق رکھتے ہیں:

۷۸۶

مکرمی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی زاد کرمکم

وعلیکم السلام ورحمۃ المولیٰ تعالیٰ وبرکاتہٗ

بفضلہٖ تعالیٰ بخیر ہوں، آپ کے لیے خیر وعافیت کا طالب۔ کل آپ کا کرم نامہ ملا۔ میں آپ کے مقصد کے لیے روز دعا کرتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو اُن دیابنہ ملاعنہ کے مقابل فتح ونصرت بخشے آمین!

مولوی مصطفےٰ رضا خاں صاحب سے ملنے کے لیے آپ کا بریلی آنا، نہ معلوم کب ہو اور پھر یہاں آسکنا نہ معلوم کب۔؟ ادھر میرے حالات بھی اسبابی لحاظ سے روز متغیر ہونے کا احتمال ہے۔ نقل وکتابت وغیرہا کی جو سہولت آج ہے معلوم نہیں کہ وہ کل بھی رہے یا کیا ہو۔؟ لہٰذا اگر کوئی مضائقہ نہ ہو تو آپ سوانح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ مجھے بیمہ کرا کے بھیج دیجیے۔ مصارف سے مجھے مطلع کیجیے تو میں دیدوں گا اور یہ اجازت دیجیے کہ اوس کی نقل میں اپنے لیے کرلوں۔ معائنہ اور نقل کے بعد مطلع کرسکوں گا کہ میں اُس کی طبع واشاعت میں کیا مدد کرسکتا ہوں۔ رہا بنظر اصلاح دیکھنا سو من آنم کہ من دانم۔ بہر حال وہ زیر نظر تو آئے گی ہی۔ اگر کوئی محل تامل ہوا تو آپ سے اُسے حل کرلوں گا۔

محمد میاں قادری۔ از مارہرہ

۲۰/۴/۱۳۶۸ھ۔ شنبہ

۷۸۶

مکرمی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی دام کرمکم

وعلیکم السلام

پس از تسلیم مسنون مدعا نگار۔ آپ کے دو کرم نامے کارڈ یکے بعد دیگرے موصول ہوئے۔ میں نے کتاب کے وصول پر جواب کو ملتوی رکھا۔ آج

دو شنبہ مبارکہ ۵/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ کو بیمہ شدہ پارسل سے حیات اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا اصل مسودہ موصول ہوا اور میں نے ایک بالکل سرسری نظر میں اُسے دیکھا بھی۔ ان شاء المولیٰ شروع تو آج ہی سے کئے دیتا ہوں اور مطالعۂ کامل کے بعد یہ بھی اپنے ذرائع اور وسائل کے لحاظ سے طے کروں گا اور آپ سے بھی عرض کردوں گا کہ میں اس کی اشاعت میں کیا اعانت کرسکتا ہوں۔ فی الحال یہ کارڈ بطور رسید روانہ ہے۔

آپ کے پرنسپلی کے عہدے پر مستقل ہوجانے کے لیے برابر دعا کررہا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ وہابیہ ملاعنہ کو اُن کے اس ناپاک مقصد میں ناکام کرے اور آپ کو آپ کے مبارک مقصد حمایت اسلام وسنیت میں کامیاب۔ آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ۔

محمد میاں قادری۔ از مارہرہ

۶/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ دوشنبہ۔

۷۸۶

مکرمی مولوی محمد ظفر الدین احمد صاحب قادری رضوی دام کرمکم

وعلیکم السلام

آپ کے لیے دعائے خیر وعافیت دارین کرتا ہوں اور آپ کے معاندین وہابیہ وغیرہم اعدائے دین کے دفع ہونے اور اُن کے مقابل آپ کے کامیاب وبامراد ہونے کی برابر دعائیں کررہا ہوں۔

کرم نامہ آپ کا ملا۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' قدس سرہٗ میں نے بہت سے مواقع سے دیکھی اور میرے پاس نقل کا انتظام بہت قلیل ہے۔ اپنی دھانس اور کھانسی کی وجہ سے اور دوسری ناگزیر مصروفیتوں اور مجبوریوں کے باعث میں خود تو نقل نہ کرپایا۔ مولانا محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی دام کرمہم نے اپنی محبت دینی کی بنا پر نقل کی خدمت اس حد تک اپنے ذمہ لے لی ہے کہ روزانہ دوپہر کو وہ میرے یہاں آکر ایک گھنٹہ نقل فرماتے ہیں۔ میں اون کی قیام گاہ پر بنظر احتیاط اُسے لے جانے نہیں دیتا۔ اب تک اصل کتاب کے تقریباً نوے

صفحات نقل ہو چکے ہیں اور وہ روزانہ نقل کرتے ہیں۔ نقل کے اس انتظام کے علاوہ سردست مجھے دوسرا میسر نہیں۔ آپ کو اگر اوس کی واپسی جلد درکار ہے تو جب بھی تحریر فرمایئے، خواہ نقل تمام ہوئی ہو یا نہ، میں واپس حاضر کردوں گا۔

محمد میاں قادری - از مارہرہ

۱۳؍رجب ۱۳۶۸ھ - جمعہ

۷۸۶

مکرمی مولوی محمد ظفرالدین صاحب رضوی دام کرمکم

وعلیکم السلام

میں طویل سفر کے بعد چند روز ہوئے واپس مارہرہ پہنچا تو آپ کا کرم نامہ ملا۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' میری نظر سے گزر جانا تو خیر! مگر اس کی کوشش ضرور فرمایئے کہ مولانا حشمت علی صاحب اوسے بالاستیعاب دیکھ کر اپنی رائے سے آپ کو مطلع فرمادیں تاکہ آپ اوس کا واجبی لحاظ رکھ سکیں۔ براہ کرم مجھے اوس کی فہرست مضامین والے ورق کی نقل ضرور جلد ارسال فرمادیں، ذاتی ضرورت ہے۔ آپ کے لیے برابر روزانہ دعائے خیر کرتا ہوں۔

محمد میاں قادری - از مارہرہ

۱۳۶۸/۹/۲۴ھ - جمعرات

حضرت ملک العلمانے ''حیات اعلیٰ حضرت'' پر نظر ثانی کے سلسلے میں شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمہ سے بھی رابطہ پیدا کرنا چاہا۔ حضرت تاج العلما قدس سرہٗ نے اس کی تائید فرمائی۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

۷۸۶

مکرمی مولوی محمد ظفرالدین صاحب قادری رضوی، زاد کرمکم

وعلیکم السلام

آپ کا کرم نامہ لفافہ معہ فہرست کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' قدس سرہٗ موصول ہوا۔ آپ کی کرم فرمائی کا شکر گزار ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے اعداء دیوبندیوں اور ندویوں وغیرہم بے دینوں کو خائب و خاسر کرے اور آپ کو اون

کے مقابل کامیاب۔ برابر آپ کے لیے دعاء خیر کرتا ہوں، مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلاۃ والسلام وعلیٰ آلہ واصحابہ۔

میں حال کے سفر کے دوران میں ٹوٹی پھوٹی دینی خدمات جو بن پڑیں کرتا رہا۔ وہ اول تو اس قابل ہی کہاں ہیں کہ نمایاں کی جائیں پھر بھی اس لیے کہ اون کے ذیل میں کچھ احکام و نصائح دینیہ کا بیان ہو جاتا ہے جن سے اہل سنت کے لیے بعونہ تعالیٰ امید نفع ہے۔ ''اہل سنت کی آواز'' میں خانقاہ برکاتیہ کے کوائف کے عنوان کے ماتحت اس قسم کے امور کا تذکرہ آتا رہتا ہے۔ اب بھی ان شاء المولیٰ تعالیٰ اپنے سلسلہ میں آجائے گا۔

حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب دامت برکاتہم کا قیام چونکہ ایک جگہ نہیں رہتا اور پس غیبت اون کے یہاں خطوط کی حفاظت اور جواب کا نظام بھی قائم رکھنے والا کوئی نہیں ہے اور ڈاکخانہ کی مہربانیاں علاوہ۔ اس لیے آپ کے یہاں کے خطوط کا جواب نہ ملا ہوگا۔

مجھے جو آپ نے دریافت احوال کے لیے تحریر کیا تھا اوس کا جواب جو اس وقت میرے علم کے مطابق تھا میں نے دیدیا تھا اور آپ کو مل بھی گیا تھا۔ تعجب ہے کہ آپ نے مارہرہ کی نسبت بھی یہ لکھا ہے کہ کہیں سے کچھ جواب نہ آیا۔ آپ کو مولانا سے استمزاج اور رضامندی حاصل کرنے کے بعد لوگوں سے اون کو دعوت نامہ بھجوانا چاہیے تھا تو سبکی نہ ہوتی۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے بارے میں، میں اب بھی اس پر قائم ہوں کہ اشاعت سے پہلے اُس کا ان کی نظر سے گذر جانا ضروری ہے۔ مجھے جب اون کا قیام مستقل کہیں کا معلوم ہوگا تو آپ کو ان شاء المولیٰ تعالیٰ لکھوں گا اور میرے نزدیک تو آپ بغیر انتظار اس بارہ میں مولانا کے نام خط بمعرفت مولانا وجیہ الدین صاحب رضوی سجادہ نشین آستانۂ ضیائیہ محلہ بہشتیاں، پیلی بھیت، بھیجیں تو ان شاء المولیٰ تعالیٰ جواب مل جائے گا۔

محمد میاں قادری - از مارہرہ

۱۳۶۸/۱۰/۱۳ھ سہ شنبہ

حضرت ملک العلما کو تحریری کاموں سے خاصا شغف تھا۔ ذاتی سطح پر بھی اور ملی سطح پر بھی۔ اس لیے اگر کہیں اس کی صورت ہوتی تو فوری طور سے اس میں درمے قدمے، سخنے حصہ لینے کو کوشش کرتے۔ تقسیم پاکستان کے بعد ملت اسلامیہ خصوصاً اہل سنت کو جن ناگفتہ بہ حالات کا سامنا کرنا پڑا اس سے ہر ذی علم واقف ہے۔ ان حالات میں غیروں نے اپنی دوکان خوب چمکائی اور کانگریس کے سایۂ عاطفت میں بڑے خوشگوار مزے لوٹے لیکن اہل سنت کی کس مپرسی کا عالم مت پوچھیے۔ اس عالم میں کسی خالص علمی اور دینی رسالے کا اجرا بڑے حوصلے کی بات تھی۔ خانقاہ برکاتیہ کے اراکین نے بہت حوصلہ مندی کے ساتھ دینی اور علمی قدریں زندہ رکھیں اور بڑے صبر آزما حالات میں امیدوں کے چراغ روشن کیے جبکہ اس راہ میں مالی، علمی اور طباعتی ہر قسم کی دشواریاں حائل تھیں۔

''اہل سنت کی آواز'' کے اجرا کے بعد حضرت ملک العلما مسلسل اس رسالے کی اشاعت کے مشتاق رہتے اور اس کی خاطر ہر قسم کی علمی اور عملی خدمت کے لیے آمادہ۔ اس سلسلے میں تاج العلما اور سید العلما دونوں حضرات سے برابر مراسلت رہتی۔ چونکہ تاج العلما کے آئندہ خط کا جزوی تعلق حضرت سید العلما کے مکتوب سے ہے اس لیے میں حضرت سید العلما علامہ مفتی حکیم سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی قدس سرہٗ کے چند خطوط حاضر کرتا ہوں۔

ملک العلما علم ہیئت و توقیت میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کا یہ دینی اور علمی احسان تادیر یاد رکھا جائے گا کہ آپ نے متحدہ ہندوستان کے بیشتر علاقوں کے اوقات صوم و صلوٰۃ استخراج کیے اور اس طرح اہل ایمان کے بنیادی فرائض میں فساد وقت کے راہ پانے کے امکانات روک دیے۔ اس فن میں یکتائی اور مہارت کی وجہ سے متحدہ ہندو پاک کے بیشتر ذی علم حضرت سے آپ کے رابطے رہتے۔

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی (53-بی، سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی۔ کراچی۔ 74400)

اللہ کریم جلّ شانہ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے ہم سب کو مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت پر استقامت اور اس کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ آپ کو اس سے قبل میرا خط ماہ جولائی میں ملا ہوگا۔ 27 جولائی 2003ء کو برطانیا کے شہر برمنگھم میں ساتویں عالمی سُنّی کانفرنس میں جماعتِ اہلِ سنت برطانیا کی طرف سے مدعو تھا، گزشتہ برس چھٹی سالانہ کانفرنس میں پہلی مرتبہ گیا تھا اس لیے مفصل سفرنامہ تحریر کیا تھا تاکہ احباب کو برطانیا کے اہلِ سنت سے متعارف کرواسکوں۔ سفر سے قبل ایک ہفتہ شدید علالت نے نڈھال کردیا تھا لیکن وعدے کے مطابق سفر کیا اور تین ہفتے سفر میں رہا۔ ساتویں عالمی سُنّی کانفرنس برمنگھم میں بڑے اہتمام سے ہوئی۔

جماعت اہلِ سنت برطانیا کے سرپرست حضرت علامہ مفتی محمد گل رحمٰن قادری، مولانا رسول بخش سعیدی، مولانا قاری خلیل احمد حقانی، مولانا مصباح المالک لقمانوی، مولانا نیاز احمد صدیقی، مولانا محمد بوستان القادری، مولانا قاری حفیظ الرحمٰن چشتی، مولانا غلام رسول آف چک سواری، پیرزادہ سردار احمد قادری، حافظ سعید احمد مکی، حاجی محبوب الرحمٰن قادری و دیگر ارکانِ جماعت نے شبانہ روز محنت کرکے نمایاں پذیرائی پائی۔ حضرت الحاج پیر محمد علاء الدین صدیقی، حضرت پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی، حضرت پیر محمد عتیق الرحمٰن آف ڈھانگری، سلطان نیاز الحسن قادری اور الحاج صوفی محمد عبداللہ آف گھم کول شریف نے خصوصی شرکت کی۔

علمائے کرام بڑی تعداد میں شامل ہوئے، جماعت اہلِ سنت بنگلا دیش کے علماء بھی شریک ہوئے۔ برطانیا کے اخبارات روزنامہ جنگ لندن، روزنامہ اوصاف لندن، روزنامہ نیشن لندن، ہفت روزہ نوائے وقت لندن اور پاکستان پوسٹ اور کشمیر پوسٹ نے اس کانفرنس کی کئی دن رُوداد شائع کی۔ مجھے مرکزی خطاب کے لئے خصوصی مہمان کی حیثیت سے مدعو کیا گیا تھا اور جنوبی افریقا سے دارالعلوم پری ٹوریا کے ڈپٹی پرنسپل مولانا حافظ محمد اسمٰعیل ہزاروی صاحب بھی خصوصی مہمان تھے۔ 10 اگست کو وَٹ فورڈ لندن میں ختمِ نبوت کونسل برطانیا کے زیرِ اہتمام دسویں سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس میں ظہر کے بعد اور اسی شام عصر کے بعد برمنگھم میں یورپین مسلم کونسل کے زیرِ اہتمام ''عالمی پیامِ امن کانفرنس'' میں خصوصی خطاب کے لئے وعدہ تھا۔ ان تین عالمی کانفرنسوں میں شرکت کے علاوہ برینٹ لندن، ہائی ویکمب، بریڈفورڈ، ایل

فورڈ، ڈربی میں اور برنگھم شہر میں متعدد اجتماعات میں خطاب کا سلسلہ رہا۔ سب سے زیادہ اہم وہ نشستیں رہیں جو یونی ورسٹیوں کے طلبہ سے سوال و جواب کی ہوئیں۔ ان تمام اجتماعات کی تفصیلی خبریں بھی اخبارات میں شائع ہوتی رہیں۔ مولانا محمد بوستان القادری نے مرکز الرضا، آسٹن میں استقبالیے کا اہتمام کیا۔ وہ ''عالمی سُنّی ڈائریکٹری'' کی اشاعت پر بہت مبارک باد پیش کر رہے تھے اور اسے کارنامہ قرار دے رہے تھے۔ حضرت مولانا محمد قمر الزماں اعظمی سے بریڈفورڈ میں یوم سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتماع میں اور ایل فورڈ میں حضرت گنج کرم پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب بخاری کرماں والے علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس شریف میں ملاقات رہی۔

بریڈفورڈ کے جلسے کے بعد میں حضرت پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی سے ملاقات کے لئے گیا۔ دو گھروں کے 9 کمرے ہزاروں کتابوں سے بھرے ہوئے حضرت نے دکھائے۔ حضرت نے میری درخواست پر ان کتابوں کی فہرست کے اہتمام کا وعدہ فرمایا، اس وقت 125 مختلف تفاسیر قرآن ہی اس ذخیرے میں نظر آئیں۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستان میں جہلم کے قریب جو درس گاہ انہوں نے بنائی ہے اس میں بھی دس کمرے صرف کتابوں کے لئے بنائے ہیں اور ان کمروں میں کتابیں حضرت کی ذاتی لائبریری کے سوا ہوں گی۔ مجھے بہت خوشی ہوئی، ان کی اس محنت سے یقیناً لاکھوں استفادہ کرسکیں گے۔ مسلم ہینڈز کے سربراہ محترم جناب سید لخت حسنین شاہ بھی ملاقات کے لئے تشریف لائے اور اہم امور پر مشاورت فرمائی۔

مولانا صاحب زادہ محمد مصباح المالک لقمانوی نے اپنا مرکز (ادارہ مصباح القرآن) تعمیر کرلیا ہے اور ہفتہ وار محفلِ درس و ذکر منعقد کرتے ہیں، ان کے والد محترم استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عبدالمالک صاحب ہزاروی کی زیرِ صدارت ایک اجتماع اس مرکز میں بھی ہوا۔ حافظ سعید احمد مکی اور حاجی محبوب الرحمٰن نہایت پُر جوش اور فعال کارکن ہیں اور جماعتِ اہلِ سنت میں ہر سُنّی کی شمولیت کے لئے مسلسل جدوجہد کررہے ہیں۔ حضرت الحاج پیر علاء الدین صدیقی صاحب نے برطانیا سے مسلمانوں کا ٹی وی چینل شروع کرنے کی پیش رفت کا اعلان کیا جو وہاں کے ہر مسلمان کا مطالبہ ہے کیوں کہ قادیانی ٹولے نے غیر مسلم ہونے کے باوجود برطانیا میں اسلام کے نام سے اپنی ملحدانہ مذموم کارروائیاں ٹی وی چینل قائم کرکے جاری رکھی ہوئی ہیں۔ جب تک مسلمان اپنا ٹی وی چینل قائم کرکے جواب نہیں دیں گے اس وقت تک تمام لوگوں کو آوازِ حق نہیں پہنچ سکے گی۔ پیر علاء الدین صاحب صدیقی چوں کہ محی الدین اسلامی یونی ورسٹی تعمیر کر چکے

ہیں، لوگ ان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ٹی وی چینل بھی قائم کرلیں گے۔

برطانیا میں مجھے کانفرنس میں ایک کتاب کسی نے دی۔ کتاب کا نام ہے ''مولانا! اندھے کی لاٹھی''! مولانا محمد میاں مالیگ کی یہ کتاب 416 صفحات پر مشتمل ہے اور باریک پوائنٹ کی کمپوزنگ میں بھارت سے طبع ہوئی ہے۔ رضا اکادمی ممبئی سے دست یاب ہے، سال رواں ہی کے ماہِ محرم میں اشاعتِ اول ہوئی ہے۔ یہ ان مکاتیب کا مجموعہ ہے جو مولانا محمد میاں صاحب نے برطانیا میں موجود غیر مقلد علماء عتیق الرحمٰن سنبھلی، عبد الاعلیٰ درانی اور شفیق الرحمٰن شاہین کو شرک و بدعت کے موضوع پر سوال و جواب میں تحریر کیے۔ ان تحریروں کا موضوع ''شرک و بدعت کے تعین کی صحیح سمت کی تلاش'' ہے۔ مولانا محمد میاں مالیگ نے جتنے اعتراض اور سوال کیے ہیں، غیر مقلدین ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ مولانا محمد میاں نے اپنی تحریروں میں بہت سی ایسی معلومات فراہم کی ہیں جو تحقیق سے شغف رکھنے والوں کیلئے چشم کشا ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دفاع کرتے ہوئے مولانا محمد میاں مالیگ نے بہت محنت کی ہے۔ یہ منفرد کتاب قابل مطالعہ ہے۔ (واضح رہے کہ مولانا محمد میاں مالیگ نے اپنی تحریروں میں درج قابلِ گرفت جملوں پر توبہ بھی تحریر کی ہے)۔

مجھے اپنی اس تحریر میں ایک ضروری بات تمام اہلِ قلم تک پہنچانی ہے اور وہ یہ کہ پاکستان سے باہر انگریزی میں صحیح العقیدہ اہلِ سنت و جماعت کی کتب کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔ وہاں نئی نسل اپنی مادری زبان کسی قدر بول اور سمجھ تو سکتی ہے لیکن لکھنے پڑھنے میں ان کا سلسلہ صرف انگریزی سے وابستہ ہے اور انگریزی میں انھیں ضروری دینی معلومات پر مشتمل کتب فراہم کرنا اس وقت بنیادی اور اہم کام ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ کچھ اداروں نے اس طرف توجہ کی ہے۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ہی نے دو اہم کتابیں انگریزی میں شائع کردی ہیں، ایک تو حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تکمیل الایمان'' اور دوسری کتاب حضرت مولانا خلیل احمد خان برکاتی کی تحریر کی ہوئی ''ہمارا اسلام''۔ عقائد کے موضوع پر ان شاء اللہ دونوں کتابیں بیرونِ ملک بہت مفید ثابت ہوں گی۔ انگریزی داں لوگ اگر توجہ کریں اور اُردو میں موجود ضروری کتابوں کا ترجمہ ہوجائے تو بیرونِ ملک مقیم انگریزی خواندہ لوگوں کو گمراہی اور گمراہوں سے بچانے کا کام آسان ہوگا۔

برطانیا میں وہاں کے مطابق اس سال کچھ دن گرمی کی شدت رہی۔ یہ شدت ایک دن اتنی ہوئی کہ پہلی مرتبہ درجۂ حرارت 35 درجہ سینٹی گریڈ تک پہنچا اور فرانس کے لئے تو یہ گرمی بہت زیادہ شمار

ہوئی۔لوگ بجلی کے پنکھوں کی تلاش میں پھرتے رہے جو میسر نہ ہوئے کیوں کہ بالعموم وہاں ان کی ضرورت نہیں پڑتی۔دوسری اہم بات یہ کہ یورپی اکثر ممالک میں سگریٹ نوشی کی ہر طرح تشہیر ممنوع کردی گئی ہے ایجاد کنندہ اپنی ہی ایجاد سے اب خوف زدہ ہیں اور مجھے بتایا گیا کہ سگریٹ بنانے والوں نے اپنا تمام سلسلہ اب پاکستان میں بڑھادیا ہے۔متعدد ہوائی کمپنیاں بھی سگریٹ نوشی کی اجازت نہیں دیتیں۔ماحول کو آلودگی سے بچانا اور خود کو ستھرائی اور تن درستی کے لئے نقصان سے بچانا کیا ہماری ضرورت نہیں ہے؟ لوگوں کا کہنا تھا کہ مذہبی طبقہ اس بارے میں بھی عوام کی فلاح و بہبود کے لیے توجہ دے تو معاشرتی زندگی اور ماحول میں بہتری ہوگی۔

برطانیا میں رہنے والے پاکستانی سب سے زیادہ اس بات پر نالاں ہوتے ہیں کہ انھیں اپنے وطن میں رہنے والے مذہبی، علاقائی اور لسانی وگروہی تعصبات اور سانحوں کی خبریں روز ہی اخباروں اور ٹی وی کے چینلز سے ملتی ہیں۔ایک روز ایک چینل نے جیلوں میں قید خواتین اور بچوں کے بارے میں کچھ جھلکیاں دکھائیں اور احوال بیان کیے تو تمام ناظرین تڑپ اٹھے۔لوگ کہتے کہ آخر کب تک حکمران، اہلِ دانش اور سیاست کار اپنی اسلامی مملکت کو اس طرح بدنام کرواتے رہیں گے؟ حقوق العباد کے حوالے سے یہ غفلتیں ناقابلِ معافی ہیں۔

برطانیا میں اہلِ سنت و جماعت تاحال کوئی قابلِ ذکر دینی درس گاہ قائم نہیں کر سکے اور یہ کمی ان کی کمزوری ثابت ہو رہی ہے۔الحاج صوفی پیر محمد عبداللہ صاحب آف گھم کول شریف نے مثالی مسجد تو بنادی ہے، اللہ کرے کہ کوئی عمدہ دینی درس گاہ بھی وہ قائم کردیں۔جماعت اہلِ سنت نے رکنیت سازی کا سلسلہ شروع کیا ہے۔تربیتی اجتماع بھی کیے جارہے ہیں۔خواتین اور طلبہ کے شعبے بھی الگ الگ قائم کرنے کے لئے ابتداء کی ہے لیکن وہاں بھی متعدد تنظیمیں الگ الگ ناموں سے ہیں اور اکثریت ہو کر بھی سب بکھرے ہوئے ہیں۔کاش کہ بیرونِ ملک رہنے والے اپنے اپنے علاقوں میں ایک متحد اور مستحکم قوت ثابت ہوں۔

ایک اہم بات یہ بھی عرض کروں کہ برطانیا کے اخباروں میں انگریز نواز ہونے کے حوالے سے قادیانیوں اور دیوبندیوں کے باہمی معترضہ بیان بھی شائع ہوئے جو تحذیر الناس کتاب اور اس کے مصنف سے دفاع کرنے والے دیوبندیوں کو بے نقاب کرتے رہے۔یہی نہیں بلکہ قادیانیوں کے ترجمان رشید احمد چودھری نے خاتم النبیّن کے وہی معنی اپنے بیان میں پیش کیے جو تحذیر الناس کے مصنف نانوتوی نے لکھے ہیں، یوں جناب محمد قاسم نانوتوی سے دفاع کر کے تحفظ ختم نبوت کے بارے میں موجودہ دیوبندی اپنے

موقف کو خود کمزور کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے کہ یہ لوگ شخصی تحفظ کی بجائے شرعی موقف کی اہمیت کو سمجھیں۔

برطانیا سے متحدہ عرب امارات کے شہر دبئی کے راستے میں حجاز مقدس پہنچا۔چار دن مجھے دیارِ رحمت میں نور و نکہت کی بہاروں کے ملے۔آتے جاتے ہجوم کو دیکھا کیا کہ شاید آپ نظر آجائیں۔عنابیہ کی رہائش گاہیں اور بازار صفحۂ ہستی سے مٹائے جاچکے ہیں۔اہلِ محبت کو وہاں بھی اب خاصی مسافت پا پیادہ طے کرنی پڑتی ہے۔ایک شب مکہ مکرمہ میں گزری، وہاں بھی مطاف اور اس کے اطراف تبدیلی کا تعمیری کام ہو رہا ہے۔وطن واپس آیا کہ اباجان قبلہ علیہ الرحمۃ کے بیس ویں سالانہ دو روزہ مرکزی عرس مبارک کی تیاری کرنی تھی۔آپ کو فوری طور پر نہ لکھ سکا۔آپ کے مؤقر جریدہ کے ذریعے سُنّی رسائل و جرائد تک یہ درخواست پہنچانی ہے کہ وہ اپنے ماہ نامے جماعتِ اہلِ سنت برطانیا کو بھجواسکیں تو بہت اچھا ہوگا۔ان کی سہولت کے لئے پتا درج کر رہا ہوں: Jama'at-e-Ahl-e-Sunnat uk

236 - Charles Road,Small Health,Birmingham -B10 9AA(U.K)

بیرونِ ملک روانگی سے قبل آپ نے فاضل نوجوان حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کی تالیفات مجھے بھجوائی تھیں۔اس فقیر نے بذریعہ ای میل انھیں ان کتابوں اور سیدین نمبر ملنے کی اطلاع بھی کردی تھی اور پھر شکریہ نامہ بھی بھیج دیا تھا۔بیرونِ ملک ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ (ﷺ) گوجرانوالا سُنّی حلقوں میں متعارف ہے، جہانِ رضا کے شمارے یورپی ممالک میں نمائندہ شخصیات کو بھی نہیں پہنچتے، یوں وہ آپ کی گراں قدر نگارشات سے محروم رہتے ہیں۔

اللہ کریم جلّ شانہ ملتِ اسلامیہ کو استحکام اور اہلِ سُنّت کو اتحاد سے نوازے۔آمین

''الوظیفۃ الکریمہ''

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے وظائف اور روزمرہ معمولات پر بڑا نفیس رسالہ ہے' اسے کنزالایمان سوسائٹی' ناگی......علامہ اقبال روڈ میر پور آزاد کشمیر نے بڑے خوبصورت انداز میں چھپوا کر مفت تقسیم کرنے کا اعلان کیا ہے۔بیرونی حضرات دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر گھر بیٹھے حاصل کر سکتے ہیں۔

خبریں.........خبریں.........خبریں.........خبریں

☆ ''امام احمد رضا ایک ممتاز شخصیت'' سجاد الہاشمی صاحب نے انگریزی میں مرتب کی ہے۔ اہلسنت پبلیکشنز ۱۶۲ اگرے سٹریٹ پر مبلے بی بی ۱۰ اون پی ایکس یو کے نے شائع کی ہے۔ قیمت صرف ڈیڑھ پاؤنڈ ہے۔ کنزالایمان سوسائٹی نانگی، میرپور آزاد کشمیر میں اعلیٰ حضرت کا الوظیفۃ الکریمہ شائع کیا ہے۔ خواہش مند حضرات دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں ☆ حکیم محمد موسیٰ امرتسری (بانی مرکزی مجلس رضا) کی ''یادداشتوں کے آئینے میں'' سید جمیل احمد رضوی چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی نے مرتب کی ہے۔ دارالفیض گنج بخش ۵۵ حکیم محمد موسیٰ دواخانہ ریلوے روڈ لاہور سے مفت مل سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی کتاب انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ نے بڑے خوبصورت انداز میں شائع کی ہے۔ قیمت صرف ۳۶ روپے۔

امام احمد رضا خان کا ''درس ادب'' مولفہ علامہ اویسی الرضوی فیض رضا پبلی کیشنز ۳۱ آر بلاک نمبر ۷ اگلبرگ کراچی نے شائع کی ہے۔ مولانا غلام قادر اشرفی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ''شانِ اولیا'' دارالفیض گنج بخش روڈ لاہور ۵۵ حکیم موسیٰ دواخانہ ریلوے روڈ لاہور سے حاصل کریں۔

ممتاز سنی عالم دین مولانا عبدالکریم ابدلوی، خانقاہ ڈوگرہ ضلع شیخوپورہ میں انتقال کر گئے ☆ حاجی محمد اسلم سیالوی۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد مولد النبی، مکہ مکرمہ میں انتقال کر گئے۔ آپ کو جنت المعلیٰ میں آخری آرام گاہ ملی۔ ☆ حاجی فضل احمد مونگا مولف ''حدیث دلبراں'' شرقپوری ۲۰ اکتوبر کو انتقال فرما گئے۔ مولانا ظفر علی نعمانی مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی ۱۶ نومبر کو راہی ملک بقاء ہوئے۔ ☆ مولانا عبد الغفور الوری کا جواں سال بیٹا اپنے شہر رائیونڈ میں قتل کر دیا گیا۔

''حق کا بول بالا'' مصنفہ مفتی ظہور احمد جلالی، جامعہ محمدیہ نوریہ بھکھی شریف، منڈی بہاء الدین نے شائع کی ہے یہ کتاب دارالعلوم محمدیہ اہلسنت مانگا منڈی لاہور سے دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائی جاسکتی ہے۔

ہائے او موت! تجھے موت ہی آئی ہوتی

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایڈیٹر ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور

انا للہ وانا الیہ راجعون ط

قائد اہلسنت حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی سواد اہلسنت کے عظیم رہنما اور جمعیت علماء پاکستان کے باوقار سربراہ، ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کو صبح ۱۲ بجے کے قریب، اسلام آباد میں دل کا دورہ پڑنے پر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ حضرت قبلہ نورانی رحمتہ اللہ علیہ اگرچہ آج سے بیس سال قبل دل کے ہاتھوں تنگ آکر دل کا آپریشن کروا چکے تھے مگر اتنے لمبے عرصے میں دل نے انہیں کبھی تنگ نہیں کیا۔ نہ ان کی دل کی دھڑکن نے انہیں کبھی موت کی وادی کی دعوت دی تھی۔ وہ سابقہ کئی سالوں سے عالمی، ملکی، سیاسی اور دینی معرکوں کی بھرپور قیادت کرتے رہے ہیں۔ وہ صبح و شام سفر کرتے۔ جلسوں میں جاتے۔ رات ڈھلے آرام نصیب ہوتا۔ چند لمحوں بعد نماز تہجد کے لیے بارگاہ رب العزت میں کھڑے ہو جاتے۔ دن کے وقت سیاسی امور پر تبادلہ خیالات کرتے، امریکہ نواز حکومت کے اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے تھے۔ وہ ایک راسخ العقیدہ جرأت مند سنی عالم دین تھے۔ ساری زندگی اپنے اصولوں پر قائم و دائم رہے۔ انھوں نے بیگانوں کے زخم

سہے۔ اپنوں کے پتھر کھائے۔ مگر پیشانی پر کبھی بل نہ آنے دیا۔

اپنے بھی خفا مجھ سے، بیگانے بھی نہ خوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

موت سے کس کو رستگاری ہے...... اس کے سنگین ہاتھوں سے کون بچا ہے.....مگر نورانی صاحب کی موت کا سنا تو بے اختیار منہ سے نکلا۔

ہائے او موت! تجھے موت ہی آئی ہوتی

اس موت نے ہمارا اتنا قیمتی انسان ہم سے چھین لیا۔ ہمارا اتنا عظیم راہنما ہم سے جدا کر دیا۔ ہمارا اتنا بلند خیال لیڈر موت کی وادی میں پہنچا دیا۔ ہمیں ایک عظیم الشان بلند کردار لیڈر سے محروم کر دیا گیا۔

شیخ سعدی شیرازی کا ایک شعر یاد آتا ہے۔

فرشتۂ کہ موکل است برخزانہ باد
چہ غم کند کہ بشکند چراغ بیوہ زنے!

موت کے طوفانوں والے فرشتہ کو کیا پرواہ کہ وہ ایک پھونک سے ''ایک بیوہ عورت'' کی جھونپڑی کا چراغ گل کر رہا ہے۔ آج پاکستان کے سواد اعظم سنی ایک ''بے بس بیوہ عورت'' کی طرح بے سہارا ہو گئے ہیں۔ ''چراغ اہلسنت'' کے گل ہو جانے کی وجہ سے وہ بے آسرا ہو کر رہ گئے ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

....

علامہ شاہ احمد نورانی رحمتہ اللہ علیہ
گردن نہ جھکی جس کی............

ارشاد احمد عارف......طلوع......بشکریہ نوائے وقت ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء

گریڈوں کے شہر اسلام آباد نے نوابزادہ نصر اللہ خان کے بعد ایک اور بزرگ سیاستدان کی جان لے لی اور اے آر ڈی کے سیاسی اتحاد کی طرح متحدہ مجلس عمل کے سر سے اپنے قائد مولانا شاہ احمد نورانی کا سایہ اٹھ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جس طرح میاں نواز شریف نے جاگیرداروں، وڈیروں اور ٹوڈیوں کی جماعت مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنایا اور چار عشروں سے اقتدار کے ایوانوں میں ''عروس ہزار داماد'' کا کردار ادا کرنے والی جماعت کو اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھ کر زمانے کی گرمی سردی برداشت کرنے کی عادت ڈالی اسی طرح مولانا شاہ احمد نورانی کو بھی کریڈٹ جاتا ہے کہ انھوں نے تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کے شانہ بشانہ شاندار کردار ادا کرنے والی جمعیت علماء پاکستان کو حکمرانوں کے حرم سے نکال کر عوامی اور جمہوری جدوجہد کی راہ پر ڈالا، ہر حاکم وقت کو امام ضامن باندھنے اور ان کے اقتدار و سلامتی کا وظیفہ پڑھنے والے علماء و مشائخ کو ''مشائخ کانفرنسوں'' اور ''رویت ہلال کمیٹیوں'' سے نکال کر یحییٰ خان بھٹو اور ضیاء الحق کی سول و فوجی آمریت کے سامنے صف آرا ہونے کی ترغیب دی تاکہ وہ امام حسین، امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہم کی درخشاں روایات کو آگے بڑھا سکیں۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان نے ۷ نشستیں جیت کر ہفت زبان عالم

دین مولانا شاہ احمد نورانی کو پارلیمانی لیڈر مقرر کیا تو عام خیال یہی تھا کہ علماء و مشائخ کی یہ جماعت اپنی سابقہ روایات کے مطابق یحییٰ خان کی مرضی کے مطابق پرو اسٹیبلشمنٹ پالیسی وضع کرے گی اور فوجی حکومت کے ہراول دستے کا کردار ادا کرے گی۔ جب ذوالفقار علی بھٹو نے ''ادھر ہم ادھر تم'' کا نعرہ لگا کر مشرقی پاکستان جانے والے ارکان اسمبلی کی ٹانگیں توڑنے کا اعلان کیا تو مغربی پاکستان کے کئی سربرآوردہ سیاستدانوں کی ٹانگیں کانپنے لگیں اور انھوں نے ڈھاکہ سیشن میں شرکت کے لیے پی آئی اے کے، او کے ٹکٹ منسوخ کرا دیئے مگر مولویوں کی اس جماعت کے قائد نے اعلان کیا کہ ان کا پارلیمانی گروپ قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرے گا اور آئین سازی میں بھرپور حصہ لے گا۔

مشرقی پاکستان کے بحران سے نبٹنے کے لیے یحییٰ خان نے سیاستدانوں سے ملاقاتیں شروع کیں تو میاں ممتاز محمد خان دولتانہ، خان عبدالولی خان اور دیگر سربرآوردہ سیاستدانوں کے ساتھ مولانا نورانی بھی یحییٰ خان سے ملنے چلے گئے۔ ایوان صدر کے ڈرائنگ روم میں یحییٰ خان تشریف لائے تو انھوں نے ایک ہاتھ میں گلاس اور دوسرے ہاتھ میں ''مشروب خاص'' کی بوتل پکڑ رکھی تھی ابھی یحییٰ خان نے معزز مہمانوں کو مخاطب ہی کیا تھا کہ مولانا نورانی کی آواز گونجی۔ پہلے آپ کمرے کو ''شراب خانہ خراب'' سے پاک کریں پھر کوئی بات کریں، ہم اس حالت میں آپ کی کوئی بات نہیں سنیں گے'' یحییٰ خان نے مولانا کی طرف خشمگین نگاہوں سے دیکھا اور پھر اپنے عملے کو شراب اور برتن اٹھانے کی ہدایت کر دی۔

۱۹۷۲ء میں دستور سازی کے موقع پر جن ارکان اسمبلی نے آئین کو بھٹو کے سوشلزم اور صدارتی نظام سے محفوظ رکھنے اور اسے اسلامی، وفاقی، پارلیمانی رنگ دینے کے لیے قائدانہ کردار ادا کیا ان میں مولانا نورانی سرفہرست تھے۔ مولانا مفتی محمود، خان عبدالولی خان، سردار شیر باز خان مزاری، پروفیسر غفور احمد کو ہمیشہ مولانا نورانی کی رفاقت پر ناز رہا۔ مولانا نورانی ان چند سیاستدانوں میں سے ایک تھے جو مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن کے مخالف اور عوامی لیگ سے

سیاسی تصفیہ کے حق میں تھے۔ انھوں نے بعد ازاں بھٹو کے بلوچستان آپریشن اور آمرانہ اقدامات کی مخالفت کی بھٹو کے سخت ترین مخالف ہونے کے باوجود انھوں نے جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کی برملا مذمت کی اور ضیاء کابینہ میں شرکت کے لیے اپنے ارکان نامزد کرنے کی بجائے قومی اتحاد چھوڑ دیا انہیں بعد میں کبھی ضیاء کی حمایت پر شرمندگی کا اظہار نہیں کرنا پڑا۔

گذشتہ تین سال کے دوران ہماری سیاسی، سماجی اور مذہبی زندگی میں برق رفتار تبدیلیاں آئیں، حجرہ نشینوں سے بھی پرتعیش قیام گاہوں اور قیمتی گاڑیوں کو استعمال کا شرف بخشا تا کہ کوئی انہیں غربت و افلاس کی بنا پر حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھ سکے مگر مولانا نورانی زندگی بھر ''الفقر فخری'' پر نازاں کراچی کے ایک فلیٹ میں مقیم رہے جس کی سیڑھیاں چڑھنے سے ڈاکٹر ہمیشہ منع کرتے تھے حالانکہ ان کے حلقہ ارادت میں پاکستان کے کئی رؤسا، سرمایہ دار اور سیٹھ بھی تھے اور بیرون ملک کے کئی شیوخ اور سربراہان حکومت بھی۔ صدام حسین اور کرنل قذافی کی نورانی صاحب سے عقیدت کا تو بعض مخالفین طنز و استہزا کے طور پر ذکر بھی کیا کرتے تھے۔ ملی یکجہتی کونسل اور متحدہ مجلس عمل کی سربراہی دراصل مولانا نورانی پر تمام مسالک کے علماء اور مذہبی رہنماؤں کی طرف اعتماد کا اظہار تھا۔ بریلوی مسلک کے ایک صاف گو اور بے باک عالم دین کی قیادت میں شیعہ، سنی، اہلحدیث علما کے پہلے مذہبی اور پھر سیاسی اتحاد اکٹھے رہنا اور حکومت کی ایجنسیوں، مذہب دشمنوں اور سیاسی مخالفین کی خواہش و کوشش کے باوجود اختلاف و تفرقے کی نذر نہ ہونا مولانا نورانی کی اعتدال پسندی، معاملہ فہمی اور تمام مسالک میں احترام کا ثبوت تھا ان کی سیر چشمی، حق گوئی، سیاسی بصیرت اور عہدہ و اقتدار سے بے نیازی کا اعتراف ان کے سیاسی و مذہبی مخالفین بھی کرتے تھے اور وہ ان معدودے چند علما سیاستدانوں میں سے ایک تھے جن کے دامن پر نہ تو سول و فوجی آمروں سے سمجھوتے کا کوئی داغ ہے اور نہ حکمرانوں کی مراعات اور ایجنسیوں کی نوازشات کی کوئی چھینٹ۔ متحدہ مجلس عمل کو یتیمی کا داغ اس وقت سہنا پڑ رہا ہے جب وہ تاریخ کے اہم موڑ پر کھڑی ہے اور اس کی طرف سے کسی قسم کی کمزوری کا اظہار مذہبی جماعتوں کے اس اتحاد کو تاریخ کے کوڑے دان کی نذر کر سکتا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ◎ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مولانا نورانی انتقال کر گئے

[illegible]

نورانی مرحوم نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے میں اہم کردار ادا کیا

دینی علوم کیساتھ ساتھ سیاسی معاملات پر بھی گرفت رکھتے تھے مخالفین نے ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا

ملک و بیرون ملک اسلام کی ترقی و ترویج کی، ہزاروں عقیدت مند انکے ہاتھ پر بیعت تھے

لاہور (نیوز ڈیسک) جمعیت العلمائے پاکستان کے سربراہ اور متحدہ مجلس عمل کے چیئرمین مولانا شاہ احمد نورانی انتہائی تاریخ ساز شخصیت کے حامل تھے۔ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے میں مرحوم نے اہم کردار ادا کیا۔ مرحوم کی اسلامی خدمات کو ہر طبقہ فکر قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ مولانا دینی علوم پر دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ سیاسی معاملات پر بھی گرفت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کو دینی و سیاسی حلقوں میں یکساں مقبولیت حاصل تھی۔ ان کی معتدل مزاجی اور معاملہ فہمی کے باعث سیاسی مخالفین بھی ان کے دل سے قدر کرتے اور ان کی رائے کو مقدم سمجھتے تھے۔ مرحوم نے ملک و بیرون ملک اسلام کی ترقی و ترویج میں بھرپور کردار ادا کیا۔ مولانا کے ہاتھ پر ہزاروں عقیدت مند بیعت تھے اور ان کی تعلیمات کو پھیلانے میں رات دن سرگرم رہتے تھے۔

مجلس عمل کے سربراہ کو اسلام آباد میں دل کا شدید دورہ پڑا پولی کلینک ہسپتال لے جاتے ہوئے راستے میں ہی خالق حقیقی جا ملے

تحریک نظام مصطفیٰ کا روشن دیا بجھ گیا

مولانا نورانی انتقال کر گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

شاہ احمد نورانی کو بدھ کی رات دل کی تکلیف ہوئی، طبی معائنے کے بعد پارلیمنٹ لاجز چلے گئے، جمعرات کو دوپہر کے وقت غسل خانہ روم میں گئے تو پھر دل کا دورہ پڑ گیا

مصنوعی تنفس بھی سانسیں بحال نہ کر سکا، دو مرتبہ بائی پاس کے بعد ڈاکٹروں نے انجیو گرافی کا مشورہ دے رکھا تھا، موت نے مہلت نہ دی، 12 بجے پریس کانفرنس کرنے والے تھے

شاہ احمد نورانی نوابزادہ نصر اللہ کے بننے والے ہر سیاسی اتحاد میں شامل رہے

اپوزیشن کے دو سرکردہ رہنماؤں نوابزادہ نصر اللہ اور شاہ احمد نورانی کا تین ماہ کے دوران انتقال ہوا

لاہور (نیوز ڈیسک) اپوزیشن کے دو سرکردہ رہنماؤں نوابزادہ نصر اللہ اور شاہ احمد نورانی کا تین ماہ کے دوران انتقال ہوا جس سے سیاست کو زبردست دھچکا لگا۔ نوابزادہ نصر اللہ کا 25 ستمبر کو انتقال ہوا تھا۔ شاہ احمد نورانی نوابزادہ نصر اللہ کے بننے والے ہر سیاسی اتحاد میں شامل رہے۔

مولانا نورانی یکم اپریل 1926ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے

17 زبانوں پر عبور حاصل تھا، ان کے ہاتھ پر لاکھوں افراد مسلمان ہوئے، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوایا

صدر، وزیراعظم اور ارکان کا حلف بھی مولانا نورانی کا تحریر کردہ ہے، بھٹو کیخلاف جدوجہد کو تحریک نظام مصطفیٰ کا نام دیا

آئین میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا اضافہ کرایا، مسلمان کی تعریف بھی مولانا نورانی نے تحریر کی

اسلام آباد (نامہ نگار خصوصی) مولانا شاہ احمد نورانی 17 رمضان المبارک 1344 ہجری، یکم اپریل 1926ء کو میرٹھ میں (شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کے ہاں پیدا ہوئے) ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے، قرآن پاک حفظ اور درس نظامی میرٹھ میں، گریجویشن الٰہ آباد یونیورسٹی سے

رفیق احمد باجوہ بھٹو سے ملے تو ان کو فوری طور پر عہدہ سے ہٹا دیا

مولانا شاہ احمد نورانی کو دل کی تکلیف قریباً بیس بائیس سال پہلے ہوئی، پہلے حملے سے سنبھل گئے تو ڈاکٹروں نے ان کو بائی پاس کا مشورہ دیا، ان کی جماعت کے راہنماؤں اور کارکنوں نے بھی اصرار کیا کہ وہ یہ آپریشن کرا لیں لیکن مولانا اسے ٹالتے رہے، یہ تکلیف ایسی تھی کہ وہ پہلے جیسے چست نہ رہے اور جماعت کے لئے بھی ان کی سرگرمیاں محدود تر ہو کر رہ گئیں یہ تشویش کی بات تھی، اکابرین جماعت نے مولانا پر دباؤ ڈالا اس کے علاوہ کراچی کی میمن برادری نے بھی کہا۔ مولانا نے پھر بھی ٹالنے کی کوشش کی، ایسے ہی موقع پر بالآخر ان کو بتانا پڑا کہ وہ مالی حیثیت سے آپریشن کے اخراجات برداشت کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ان دنوں بائی پاس آپریشن کے لئے لندن کے کرامویل ہسپتال کو بہترین سمجھا جا رہا تھا تاہم اس کے اخراجات تین سے چار لاکھ روپے تک تھے۔ مولانا کی طرف سے اس اظہار کے بعد ان کے معتقدین اور اکابرین جماعت نے کئی کئی لاکھ کی پیشکش کی لیکن مولانا نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان کی طرف سے انکار اور دوسری طرف سے اصرار کا سلسلہ جاری رہا اور بالآخر مولانا کو ہی ہتھیار ڈالنا پڑے تاہم انہوں نے یہ شرط عائد کی کہ وہ صرف اتنے پیسے لیں گے جتنے ان کے پاس اپنے پیسوں سے زائد کی ضرورت ہو گی اور یہ بھی قرض حسنہ ہو گا اس بات پر سمجھوتہ ہو گیا۔ مولانا کے آپریشن کے انتظام کی بات شروع ہوئی تو انہوں نے یہ آپریشن لندن کی بجائے ہالینڈ میں کرانے کو ترجیح دی کہ وہاں اخراجات دنیا بھر سے کم تھے۔ مولانا کا یہ آپریشن کامیاب رہا اور وہ تھوڑے ہی عرصہ میں روبصحت ہو کر پھر سے سرگرم عمل ہو گئے۔

مولانا شاہ احمد نورانی شگفتہ مزاج تھے۔ وہ بڑی سے بڑی بات ہنس کر کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ تقریر مدلل اور دلنشین پیرائے میں کرتے تھے جبکہ میز پر ہونے والی گفتگو میں بھی سیاسی راہنما ان کی مہارت کے قائل ہیں۔ مولانا کی مقبولیت، مریدین اور معتقدین کی تعداد اتنی کثیر ہے کہ دولت ان کے گھر کی لونڈی ہوتی لیکن انہوں نے کبھی رغبت نہیں دکھائی اور کردار کے لحاظ سے مضبوط رہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی کی سیاست میں آمد اور چرچا 1970ء میں ہوا جب وہ حیدر آباد سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، ان کا تعلق اہل سنت والجماعت سے تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر ان کی وابستگی جمعیت علماء پاکستان سے تھی۔ جس کے بعد میں وہ صدر بھی منتخب ہوئے اور مرتے دم تک رہے سقوط مشرقی پاکستان کے بعد قومی اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے مولانا نے 1973ء کے آئین کی تدوین میں اہم کردار ادا کیا اگرچہ وہ قومی اسمبلی میں حزب اختلاف سے متعلق تھے تاہم آئین کی تیاری کے وقت ان کا رویہ معتدل تھا۔ سختی سے اصول پر قائم رہتے ہوئے بعد ازاں انہوں نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دلانے والی ترمیم منظور کرانے کے لئے بھی بھرپور جدوجہد کی۔

شاہ احمد نورانی نے 1977ء میں پاکستان قومی اتحاد کی تشکیل میں بھی حصہ لیا اور قومی اتحاد میں ان کی جماعت کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ان کی جماعت جمعیت علماء پاکستان کے سیکرٹری جنرل رفیق احمد باجوہ کو ہی قومی اتحاد کا سیکرٹری جنرل چنا گیا جن کو اس حیثیت سے بے انتہا شہرت ملی، تاہم ایک وقت آیا جب رفیق احمد باجوہ کی بھٹو مرحوم سے ملاقات کا تنازعہ پیدا ہوا تو یہ شاہ احمد نورانی ہی تھے جنہوں نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر اپنے سیکرٹری جنرل کو جماعت سے الگ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں جماعت اسلامی کے پروفیسر غفور احمد قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل ہوئے تھے۔

جہاں تک 1977ء کی اس تحریک کا تعلق ہے جو مرحوم بھٹو کے خلاف انتخابی دھاندلی کے الزام میں شروع ہوئی اور بھٹو حکومت کے خاتمے اور مارشل لاء کے نفاذ پر منتج ہوئی اس میں بھی مولانا کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل رہا۔ یہ مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے سیکرٹری جنرل رفیق احمد باجوہ تھے جنہوں نے اس سیاسی تحریک کو نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی تحریک کا نام اور رنگ دے دیا اور پھر یہ تحریک نظام مصطفیٰ ہی کہلائی۔

ان کو اپنی زندگی میں ایک سے زیادہ مرتبہ جمعیت علماء پاکستان کی تقسیم کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اس کے باوجود وہ جماعت کو زندہ رکھنے میں کامیاب رہے۔ ایک دور وہ بھی آیا جب ان کے دیرینہ رفیق اور سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار نیازی مرحوم ناراض ہو گئے اور انہوں نے جمعیت علماء پاکستان کے نام سے اپنا الگ دھڑا بنا لیا، مولانا شاہ احمد نورانی اپنے اس رفیق کا اپنے بزرگوں کی طرح احترام کرتے اور ہمیشہ تعظیماً ان کی آمد پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کسی وقت مولانا نورانی پریس سے بطور صدر بات کر رہے ہوتے اور مولانا نیازی آ جاتے تو وہ اپنی بات ختم کر کے مولانا نیازی کو پہلے سے کہی گئی بات بتاتے اور پھر ان سے گزارش کرتے کہ وہ کچھ کہیں۔ مولانا نیازی بات کر لیتے تو مرحوم پھر اپنی بات شروع کرتے۔

تبلیغی میدان میں انہوں نے ورلڈ اسلامک مشن کے نام سے تنظیم قائم کی جس کا مرکزی دفتر لندن (برطانیہ) میں ہے وہ اپنے اس مشن کو اس طرح انجام دیتے تھے کہ اکثر ملک سے باہر تبلیغی دورے پر رہتے تھے اور اس حوالے سے ہونے والے اعتراض کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے تھے۔ ان کی وفات سے جمہوری اور آئینی تحریک کو شدید دھچکا لگا ہے، جبکہ بیرون ملک تبلیغی سرگرمیاں بھی متاثر ہوں گی۔

مولانا شاہ احمد نورانی تجزیہ کرتے وقت بھی حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے تھے۔ یہ 1973ء یا 1974ء کا واقعہ ہے، اسلام پورہ میں جمعیت علماء پاکستان کے دفتر میں ایک انٹرویو کے بعد جب عام گفتگو شروع ہوئی تو مولانا نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ (ووٹر) نماز تو ہمارے پیچھے پڑھتے ہیں، لیکن ووٹ پیپلز پارٹی کو دیتے ہیں، اب ہم کو ایسا کرنا ہے کہ یہ نماز پڑھتے ہیں تو ووٹ بھی ہم کو دیں۔

متحدہ مجلس عمل کے صدر اور جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی پان کھانے کے عادی تھے اور ہمیشہ پاندان ساتھ رکھتے، بائی پاس آپریشن کے بعد ڈاکٹروں نے ان کو پان کھانے سے منع کیا جس پر وہ کچھ عرصہ تک تو عمل کرتے رہے، پھر یہ سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا اور آخر تک پان ان کی عادت میں شامل رہا۔ ☆☆☆

مولانا نورانی نے بیرون ملک علماء کرام کے سفر کی طرح ڈالی

لاہور (اے این این) مولانا شاہ احمد نورانی وہ ممتاز دینی سکالر تھے جنہوں نے بیرون ملک علماء کرام

نورانی کے سعودی عرب داخلے پر پابندی تھی

لاہور (اے این این) مولانا شاہ احمد نورانی کے

اسلام آباد، لاہور (اے پی پی + مانیٹرنگ ڈیسک) صدر جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم میر ظفر اللہ خان جمالی نے متحدہ مجلس عمل کے صدر اور جمعیت علماء پاکستان کے

سینٹ میں مجلس عمل کے پارلیمانی لیڈر تھے

لاہور (اے این این) مولانا شاہ احمد نورانی سینٹ میں مجلس عمل کے پارلیمانی لیڈر تھے۔ سینٹ میں وہ مجلس عمل کے پارلیمنٹ گروپ کے قائد تھے اور سینٹ میں احسن انداز سے ذمہ داریاں سرانجام دے رہے تھے۔

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قومی اسمبلی میں قرارداد انہوں نے تحریر کی

"وہ آیا اور چھا گیا" کے مصداق مولانا نورانی نے پہلی مرتبہ 1970 کے قومی انتخابات میں حصہ لیا اور قومی

مولانا شاہ احمد نورانی

ملی یکجہتی کونسل سے متحدہ مجلس عمل تک امت کے اتحاد کے لئے کوشاں رہے

نجم الحسن عارف

مولانا شاہ احمد نورانی بھی انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون O اس مرد حر کا خمیر اللہ نے حریت پسندوں کی سرزمین میرٹھ سے اٹھایا تھا۔ جہاں سے برطانوی سامراج کے خلاف 1857ء کی جنگ آزادی کا آغاز ہوا تھا اور بالآخر برطانوی سامراج کو برصغیر سے واپس جانا پڑا۔

1947ء میں پاکستان کے قیام کے ایک سال بعد مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے والد شاہ عبدالعلیم صدیقی کے ہمراہ پاکستان کے لئے ہجرت کی اور کراچی میں قیام کیا۔ علم و فضل اس خاندان کا خاصہ تھا۔ اس لئے مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی تمام عمر سوائے آخری ایک دو سال کے تین چار مرلے کے ایک کرائے کے مکان میں گزار دی

لیکن ان کے علم کی وسعت کبھی بھی اس مکانی تنگنائی میں گھٹ کر نہ رہی۔ دنیوی علوم اور زبانوں پر عبور کے ساتھ ساتھ دینی علوم میں بھی مولانا نے گہرا رسوخ پیدا کیا اور تمام دینی و دنیاوی علوم کے مخزن قرآن پاک کو بھی سینے میں محفوظ کر لیا۔ پاکستان میں قیام کے کوئی دس سال پورے ہونے پر مولانا کے والد گرامی شاہ عبدالعلیم صدیقی حجاز مقدس میں انتقال کر گئے اور وہیں جنت البقیع ان کا مدفن قرار پایا۔ والد گرامی کے انتقال کے بعد بھی مولانا شاہ احمد نورانی کی علمی و تبلیغی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہ آئی اور انہوں نے اپنی سمت اور شناخت علوم دینیہ کو قرار دیا۔ یہی ان کا ساری زندگی اوڑھنا بچھونا رہا۔

1960 کی دہائی تک ان کی سرگرمیوں کا دائرہ زیادہ تر دعوت و تبلیغ رہا۔ تاہم ایوبی آمریت ختم ہوئی تو مولانا شاہ احمد نورانی نے عملی سیاست میں فعالیت سے حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔

اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی کے رکن کے طور پر اپنے علم، سیاسی ویژن، سنجیدہ فکری اور اسلام کے ساتھ گہری وابستگی کے باعث انہوں نے اپنا موثر کردار ادا کرنے کا عزم کیا۔ سقوط مشرقی پاکستان کے سانحے کی کوکھ سے بھٹو حکومت برآمد ہوئی تو ملک کے لئے سب سے بڑا چیلنج بچے کھچے حصہ کو ایک ایسا آئین دینا تھا جو تمام صوبوں کو ایک لڑی میں پروئے رکھے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت اور ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں ایک ایسے پاکستان کی نئے سرے سے دریافت کرنا زیادہ آسان نہ تھا جسے اسلامی شناخت کے حوالے سے جانا جائے۔ لیکن مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر اسی مشکل کو آسان بنانے کی ٹھان لی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کو اس زمانے میں نوابزادہ نصراللہ خان مرحوم، مولانا مفتی محمود مرحوم، پروفیسر غفور احمد اور اس طرح کے اکابر سیاستدانوں کی معیت حاصل تھی۔ دستور سازی کا مرحلہ آیا تو مولانا نورانی قومی اسمبلی کی دستور ساز کمیٹی کے رکن بنے۔ یہیں سے ان کا تاریخی کردار سامنے آیا۔

یہ مولانا شاہ احمد نورانی ہی تھے جنہوں نے 1973ء کے دستور میں تین بنیادی چیزوں کو شامل کرانے میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔

(i) مسلمان کی تعریف دستور پاکستان میں شامل کرائی۔ یہ تعریف مولانا نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھی۔

(ii) صدر، وزیراعظم اور دیگر اہم قومی عہدوں کے لئے حلف کی عبارت بھی مولانا نورانی نے ہی تحریر کی۔ مختلف ریاستی حکومتی عہدوں کے لئے حلف کی یہ عبارت آج بھی دستور پاکستان (1973ء) کا حصہ ہے۔

(iii) سب سے اہم کام [illegible] سعادت مولانا شاہ احمد نورانی کے حصہ میں آئی وہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لئے ان کی تگ و دو تھی جو انہوں نے قومی اسمبلی میں بطور رکن اسمبلی کی۔ اس حوالے سے قرارداد بھی مولانا نورانی کے قلم سے تحریر ہوئی اور بالآخر 7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو اسی قرارداد کی بنیاد پر غیر مسلم قرار دیدیا۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا نورانی اور ان کی جماعت جمعیت علماء پاکستان نے 1974ء سے اب تک ہر سال 7 ستمبر

یوم ختم نبوت ہی منایا بلکہ اس حوالے سے تقریباً ہر مرتبہ پورے پورے عشرے پر پھیلی مہم چلائی اور تقریبات منعقد کر کے عقیدہ ختم نبوت کو اجاگر کیا اور قادیانیوں کی ملک کے اندر اور بیرون ملک ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کیا انہوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا بیرون ملک ان افریقی ممالک کو خصوصاً مرکز بنایا جہاں قادیانیوں نے اپنی جھوٹی نبوت کا پرچار کر کے مسلمانوں کو گمراہ کیا یا نومسلموں کو قادیانی بنانے کی کوشش کی۔ اپنی ان کوششوں میں وہ بے مثال کامیابی حاصل کرتے رہے اور افریقہ، جنوبی افریقہ اور ماریشش جیسے ممالک میں انہوں نے ہزاروں قادیانیوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ یہی بات یہ ہے کہ ملک میں نظام مصطفیٰ کا نعرہ دینے کے علاوہ مولانا نورانی کی عقیدہ ختم نبوت کے لئے خدمات کا اعزاز اور افتخار انہیں اپنی سیاسی زندگی کے اوائل میں ہی حاصل ہو گیا۔ دستور سازی کے لئے چار ماہ تک انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے بھٹو حکومت کے ساتھ طویل مذاکرات کئے اور کامیاب رہے۔

1977ء کے انتخابات میں بھی مولانا شاہ احمد نورانی نے قومی اسمبلی کی نشست کے لئے کراچی سے کامیابی حاصل کی لیکن قومی اتحاد کی طرف سے دھاندلی کے خلاف بائیکاٹ کے باعث اسمبلی رکنیت کا حلف نہ اٹھایا۔ تحریک نظام مصطفیٰ چلی تو مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کی جماعت نے اس میں اہم کردار ادا کیا اور نظام مصطفیٰ کی خوبصورت اصطلاح انہی کی جانب سے سامنے آئی جو بعد میں زبان زد عام ہو گئی۔

جولائی 1977ء میں مارشل لاء لگ گیا تو مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی اتحادی سیاسی جماعتوں سے الگ راہ اپنائی اور فیصلہ کیا کہ جس طرح ذوالفقار علی بھٹو کی جمہوری آمریت کے خلاف لڑتے رہے، اسی طرح جنرل ضیاء الحق کی فوجی آمریت کے خلاف بھی ڈٹے رہنے کا فیصلہ کیا۔ میرٹھ کی سرزمین سے حریت کا جذبہ ان کی گھٹی میں شامل تھا۔ لہٰذا جنرل ضیاء الحق کے اسلامی کور میں فوجی اقتدار سے بھی متاثر نہ ہوئے اور کسی بھی دور آمریت میں آمریت کا

مولانا نورانی 7 ستمبر کو ہر سال یوم ختم نبوت کے طور پر مناتے تھے

78 سالہ زندگی میں 66 برس تک تراویح میں قرآن سنایا

ساتھی ہونے کا داغ اپنے دامن پر نہ لگنے دیا۔

1985ء میں جنرل ضیاء الحق نے غیر جماعتی انتخابات کرائے تو مولانا نورانی اور ان کی جماعت نے ان کا بائیکاٹ کیا کہ یہ انتخابات ملک میں محض جاہلانہ تعصبات کے فروغ اور سیاسی وقومی عدم استحکام کا باعث بن سکتے تھے اس لئے تعصبات پر مبنی سیاست اور کلچر سے اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دیا۔ فرقہ واریت کے حوالے سے بھی مولانا نورانی نے پاکستان میں پھیلائی گئی گمراہیوں کو ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم سے دور کرنے کی کافی حد تک کامیاب کوششیں کیں جبکہ لسانی، صوبائی تفرقوں کا بھی کراچی اور سندھ کی حد تک خوب مقابلہ کیا۔

ان کی زندگی کی آخری تین دہائیوں میں مسلمانوں کے اتحاد اور امت کے ایک ہونے کا تصور زیادہ واضح ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کراچی میں ان کے بعض اپنے لوگوں نے ان کی مخالفت شروع کر دی اور تعصبات اور نفرتوں کو فروغ دینے میں مولانا نورانی کے انکار ان کے خلاف ہو گئے۔ لیکن مولانا نورانی نے امت کے ایکے اور اتحاد کے لئے کراچی جیسے شہر میں سیاسی، لسانی اور فرقہ وارانہ تمام مخالفتوں کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ قربانیاں بھی دیں۔

1988ء اور 1990ء میں بھی انہوں نے قومی اسمبلی کے لئے انتخاب میں حصہ لیا۔ 1990ء میں کراچی کے ساتھ ساتھ مظفر گڑھ سے بھی انتخاب میں حصہ لیا لیکن تعصبات کی آگ بجھانے والے آسانی سے اس ماحول میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے تاہم انہوں نے کسی جمہوری آمر یا فوجی آمر کے ساتھ سمجھوتہ کیا نہ کسی قسم کے تعصب کے اسیر کی اطاعت قبول کی۔ وہ آخر وقت تک جابروں اور آمروں کے خلاف آواز بلند کرتے رہے۔ اور اپنی سیاست کے آخری دن ماضی سے بھی زیادہ وقار، جرات، استقامت اور سج دھج سے گزارے انہوں نے مشرف حکومت کی امریکہ نواز پالیسیوں سے لیکر ملک کے اندر سیکولر پالیسیوں، سیاسی اور غیر آئینی چالوں کا بھرپور مقابلہ کیا اور دینی جماعتوں نے ان کی بزرگی، تجربہ، ویژن ،اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کمٹمنٹ کی بنیاد پر متحدہ مجلس عمل کا سربراہ بنایا گیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

انہوں نے سیاست کا آغاز کیا تو آئین بنانے کے لئے اور سیاست کا انجام ہوا تو آئین بچانے کے لئے آخری مورچے میں قوم کی کمان کرتے ہوئے جان دیدی۔ ان کی زندگی اور موت دونوں خوبصورت رہیں۔ اللہ نے انہیں لحن داؤدی دی تھی۔ انہوں نے اسے قرآن کی تلاوت کے لئے عمر بھر وقف رکھا اور اپنی 78 برس کی عمر میں 66 سال تک تراویح میں قران سنایا۔ حالیہ چند برسوں سے پہلے وہ ایک رمضان میں دو مرتبہ قرآن سناتے تھے۔ لیکن اب پیرانہ سالی طویل قیام مشکل ہو گیا تھا۔

☆☆☆

مولانا شاہ احمد نورانی متحدہ مجلس عمل کے قیام سے چیئرمین منتخب ہوئے

لاہور (اے این این) مولانا شاہ احمد نورانی متحدہ مجلس عمل کے قیام سے چیئرمین منتخب ہوئے، گو ان کا انتخاب ایک سال کے لئے عمل میں لایا گیا تھا، مگر ایک سال مکمل ہونے کے باوجود مجلس عمل نے انہیں ہی چیئرمین قائم رکھا۔

مولانا نورانی اپوزیشن کی پریس کانفرنس میں جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ دل کا دورہ پڑا، ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی خالق حقیقی سے جا ملے

فرزندان اسلام اپنے نورانی امام سے محروم ہو گئے

انتقال کی خبر ملتے ہی پریس کانفرنس میں موجود پروفیسر غفور احمد، اسحاق ڈار، رضا ربانی فوراً ہسپتال پہنچے، چیئرمین سینٹ محمد میاں سومرو، چوہدری امیر حسین، چوہدری شجاعت، وزیراعلیٰ پرویز الٰہی اور دوسرے رہنما بھی موقع پر پہنچ گئے

میت ایمبولینس میں رکھی جانے لگی تو کارکن اور راہنما دھاڑیں مار مار کر روتے رہے 'لاش' کو سی-130 طیارے کے ذریعے کراچی لے جایا گیا' قاضی حسین احمد' مولانا سمیع الحق اور دوسرے راہنما بھی اسی طیارے میں کراچی گئے

مولانا شاہ احمد نورانی کے انتقال کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی' کراچی میں لوگ ان کے گھر کے باہر جمع ہو گئے اور علاقے میں کاروباری مراکز اور دکانیں سوگ میں بند کر دی گئیں

بھٹو نے کارکنوں کی بدتمیزی پر مولانا نورانی سے معذرت کی

متحدہ مجلس عمل اپنے قیام کے بنیادی مقاصد کے تحت اپنا کردار ادا کرتی رہے گی

1970ء میں وہ جمعیت علماء پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور اس کے بعد جب 1973ء میں انہیں جمعیت علماء پاکستان کا صدر بھی منتخب کیا گیا۔ اس طرح مولانا نورانی بیک وقت دین اور سیاست دونوں شعبوں میں صف اول کے رہنماؤں میں شامل ہوئے، ذوالفقار علی بھٹو کی سیاست کا مقابلہ کرنے والوں میں مولانا نورانی کا کردار بہت نمایاں تھا۔ 1977ء میں بھٹو کے خلاف تحریک کو تیز کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ مولانا نورانی کو روشن خیال عالم دین کے طور پر بہت زیادہ اہمیت تھی۔ چنانچہ دینی اور سیاسی قائدین میں وہ بے حد مقبول ہوئے۔ جولائی 1977ء میں جب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت ختم کر کے جب جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء نافذ کیا اور بھٹو کو قید کر لیا گیا تو اس کے چند ہفتوں کے بعد ہائی کورٹ نے بھٹو کو ضمانت پر رہا کر دیا۔ جب بھٹو صاحب لاہور آ رہے تھے تو ان کے استقبال کے لئے ہزاروں افراد ان کے راستے میں موجود تھے۔ اتفاقاً ایک سڑک پر پیپلز پارٹی کے پرجوش کارکنوں نے اس کار کو روک لیا، جس میں مولانا نورانی موجود تھے۔ مولانا نورانی کار سے باہر نکل آئے، دوران گفتگو بعض نوجوانوں کے دھکم پیل سے مولانا

صدارت کے مسئلہ پر مذاکرات اور آئینی پیکج کا ڈرافٹ تیار ہونے کے حوالے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر حکومت کے ساتھ کوئی سمجھوتہ ہو گیا تو پھر متحدہ مجلس عمل کا وہ کردار نہیں رہیگا، جس کیلئے یہ قائم ہوئی تھی بلکہ حکومت کی حمایت کرے گی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجلس عمل کی جانب سے بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ آئینی پیکج پارلیمنٹ میں آ جانے کے بعد بھی مجلس عمل اقتدار میں شریک نہیں ہوگی اور حکومت کے غلط اور غیر جمہوری اقدامات کی بدستور مخالفت جاری رہے گی۔ اگرچہ اپوزیشن کو یکے بعد دیگرے دو بڑے سانحات برداشت کرنا پڑے ہیں کہ پہلے بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خان (مرحوم) کا انتقال ہوا اور اب مولانا شاہ احمد نورانی ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے ہیں، لیکن یہ امکان زیادہ ہے کہ متحدہ مجلس عمل اپنے قیام کے بنیادی مقاصد کے تحت اپنا کردار ادا کرتی رہے گی۔ بعض حلقوں کی یہ رائے ضرور اہمیت رکھتی ہے کہ مولانا نورانی کے انتقال کے بعد متحدہ مجلس عمل پہلے کی طرح سخت موقف اختیار نہیں کرے گی، تاہم مولانا نورانی اپنی زندگی میں جمالی حکومت کے ساتھ مذاکرات کے دوران جو مضبوط بنیادیں رکھ گئے ہیں، ان کی وجہ سے اس پلیٹ فارم سے نرم یا مصلحت آمیز موقف کی توقع کم ہے۔

مولانا نورانی کے انتقال کے بعد یقینی طور پر یہ سوال فطری انداز میں نمایاں ہوا ہے کہ اب متحدہ مجلس عمل کی تحریک کیا رخ اختیار کرے گی؟ سیاسی اور عوامی حلقے اس کے جواب میں یقیناً دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس پر مختلف حلقوں کی جانب سے آراء بھی پیش کی جاتی رہیں گی اور آئندہ چند روز میں صورت حال واضح ہو سکے گی، تاہم اس بات پر بھی متفق ہیں کہ مولانا نورانی جس بااعتماد انداز سے حکومتی ٹیم کے علاوہ اے آر ڈی اور متحدہ اپوزیشن کے قائدین سے بات چیت کرتے رہے، اس کے اثرات تادیر موجود رہیں گے اور متحدہ مجلس عمل کی آئندہ حکمت عملی پر بھی متاثر ہوگی۔

☆☆☆

نورانی متحدہ مجلس عمل کے قیام کے ہی سے چیئرمین منتخب ہوئے

لاہور (اے این این) مولانا شاہ احمد نورانی متحدہ مجلس عمل کے قیام سے چیئرمین منتخب ہوئے، گو ان کا انتخاب ایک سال کیلئے عمل میں لایا گیا تھا مگر ایک سال مکمل ہونے کے باوجود مجلس عمل نے انہیں ہی چیئرمین قائم رکھا۔

نورانی کو 21 زبانوں پر عبور حاصل تھا درجنوں کتابیں لکھیں

لاہور (نیوز ڈیسک) متحدہ مجلس عمل کے سربراہ شاہ احمد نورانی کو 21 زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ انہوں نے درجنوں کتابیں لکھیں، تحریک نفاذ مصطفیٰ میں ان کا بڑا اہم کردار تھا۔ انہوں نے زندگی میں ہزاروں غیر ملکی دورے کیے۔

مولانا شاہ احمد نورانی کھانے میں سادہ غذا پسند کرتے تھے

لاہور (اے این این) مولانا شاہ احمد نورانی کھانے میں سادہ غذا پسند کرتے تھے۔ وہ سبزی اور دال چاول کو پسند کرتے تھے جبکہ کھانے میں انہوں نے کبھی بھی سادہ غذاؤں کے بجائے دوسری غذاؤں کو ترجیح نہیں دی۔

شاہ احمد نورانی نے 12 سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا

لاہور (اے این این) مولانا شاہ احمد نورانی نے 12 سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور اس کے بعد سے قرآن پاک سنانا شروع کیا اور باقاعدگی سے قرآن پاک سنا رہے تھے۔

ایل ایف او نا منظور، مشرف صرف ایک عہدہ رکھیں نورانی کا واضح مؤقف

بعض معاملات سے بے خبر رکھا جاتا ہے اور بعد میں بتایا جاتا ہے: ایم ایم اے کے اجلاس میں گلہ

اسلام آباد (قذافی بٹ سے) جمعیت علمائے پاکستان نورانی گروپ کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم حکومت کیخلاف 17 دسمبر کو متوقع تحریک کے حوالے سے انتہائی سخت اور واضح مؤقف رکھتے تھے۔ مرحوم کا کہنا تھا کہ اگر حکومت آئینی بل پارلیمنٹ میں پیش نہیں کرتی تو 18 دسمبر سے ہمیں حکومت کیخلاف تحریک چلا دینی چاہئے۔ ایل ایف او کسی بھی صورت منظور نہیں کیا جانا چاہئے یہ 1973ء کے دستور کے بالکل منافی ہے اور جنرل مشرف کو صدر اور آرمی چیف کے 2 عہدوں میں سے صرف ایک عہدہ اپنے پاس رکھنا چاہئے۔ 9 دسمبر بروز منگل اسلام آباد میں ایم ایم اے کے اجلاس میں نورانی نے اس بات پر مجلس عمل کے دیگر رہنماؤں کیساتھ اس بات پر بھی گلہ کیا تھا کہ انہیں بعض معاملات سے بے خبر رکھا جاتا ہے اور بعد میں بتایا جاتا ہے۔

شاہ احمد نورانی نوابزادہ نصر اللہ کے بننے والے ہر سیاسی اتحاد میں شامل رہے

اپوزیشن کے دوسر کردہ رہنماؤں نوابزادہ نصر اللہ اور شاہ احمد نورانی کا تین ماہ کے دوران انتقال ہوا

لاہور (نیوز ڈیسک) اپوزیشن کے دوسر کردہ رہنماؤں نوابزادہ نصر اللہ اور شاہ احمد نورانی کا تین ماہ کے دوران انتقال ہوا جس سے سیاست کو زبردست دھچکا لگا۔ نوابزادہ نصر اللہ کا 25 ستمبر کو انتقال ہوا تھا۔ شاہ احمد نورانی نوابزادہ نصر اللہ کے بننے والے ہر سیاسی اتحاد میں شامل رہے۔

نورانی 1926ء کو میرٹھ انڈیا میں پیدا ہوئے' 78 برس عمر پائی' 2 بیٹے اور 2 بیٹیاں ہیں

لاہور (نیوز ڈیسک) مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم 1926ء میں میرٹھ (انڈیا) میں پیدا ہوئے تقریباً 78 برس عمر پائی۔ تحریک پاکستان میں نیشنل گارڈ فورس قائم کی۔ مرحوم کے 2 بیٹے اور 2 بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹا امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہا ہے جبکہ دوسرا بیٹا مولانا کی میت کے ساتھ ہے۔

ایک اور عظیم سیاستدان مذہبی رہنما دنیا سے کوچ کر گئے

لاہور (اے این این) ایک اور عظیم سیاستدان مذہبی رہنما دنیا سے کوچ کر گئے۔ تاریخ کا ایک اہم باب بند ہو گیا۔ نوابزادہ نصراللہ خان مرحوم کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی پاکستان میں سینئر ترین سیاستدانوں میں شامل تھے جو تاریخ کے کئی ادوار میں ہونیوالے مذاکرات میں شریک رہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی ساری زندگی کرائے کے گھر میں رہے، 6 ماہ قبل اہلیہ نے گھر خریدا

لاہور (اے این این) مولانا شاہ احمد نورانی ساری زندگی کرائے کے گھر میں رہے۔ 6 ماہ قبل ان کی بیوی نے ذاتی گھر خریدا۔ مولانا شاہ احمد ساری زندگی میں اپنا گھر بھی نہ بنا سکے اور صرف چھ ماہ قبل اپنی اہلیہ کی پراپرٹی سے ایک گھر خریدا تھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا ذاتی گھر مدینہ شریف میں تھا۔

نورانی کے دو بیٹے دبئی اور بحرین میں ہیں' واپسی پر تجہیز و تکفین کے بارے طے کیا جائیگا: ترجمان حناف احمد قادری

لاہور (نیوز ڈیسک) جمیعت العلمائے پاکستان کے ترجمان جناف احمد قادری نے مقامی ٹی وی چینل سے گفتگو میں کہا ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم کی نماز جنازہ کا وقت اور مقام ابھی طے نہیں ہوا۔ مرحوم کا ایک بیٹا دبئی اور ایک بحرین میں مقیم ہے۔ اہل خانہ کراچی میں موجود ہیں۔ مرحوم کے دونوں بیٹوں کی وطن واپسی پر تجہیز و تکفین اور آخری رسومات کی ادائیگی کے بارے میں طے کیا جائیگا۔

مولانا شاہ احمد نورانی پان کھاتے تھے

لاہور (اے این این) مولانا شاہ احمد نورانی پان کھاتے تھے۔ وہ ہر تقریب کے دوران پہلے اور عام دن کے دوران کثرت سے پان استعمال کرتے تھے اور انہوں نے اپنا پاندان بھی ہمیشہ ساتھ رکھا۔